بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 69

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

شمارہ 42

شرح چندہ سالانہ 700 روپے

بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک 50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

27 صفر 1442 ہجری قمری • 15 اخاء 1399 ہجری شمسی • 15 اکتوبر 2020ء

ارشاد باری تعالیٰ

وَاِذَا حُیِّیۡتُمۡ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَاۤ اَوۡ رُدُّوۡہَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ حَسِیۡبًا

(النساء:87)

ترجمہ: اور اگر تمہیں کوئی خیر سگالی کا تحفہ پیش کیا جائے تو اس سے بہتر پیش کیا کرو یا وہی لوٹا دو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 9 اکتوبر 2020 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

خدا کی معرفت میں جو لذت ہے وہ ایک ایسی چیز ہے کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سنی نہ کسی اور حس نے اس کو محسوس کیا ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

دنیا اور دنیوی خوشیوں کی حقیقت

دنیا اور دنیا کی خوشیوں کی حقیقت لہو ولعب سے زیادہ نہیں۔ یا تو وہ عارضی اور چند روزہ ہیں اور ایسی ہی ہیں اور ان خوشیوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خدا سے دور جا پڑتا ہے۔ مگر خدا کی معرفت میں جو لذت ہے وہ ایک ایسی چیز ہے کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سنی نہ کسی اور حس نے اس کو محسوس کیا ہے۔ وہ ایک چیر کر نکل جانے والی چیز ہے۔ ہر آن ایک نئی راحت اس سے پیدا ہوتی ہے جو پہلے نہیں دیکھی ہوتی۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ انسان کا ایک خاص تعلق ہے۔ اہل عرفان لوگوں نے بشریت اور ربوبیّت کے جوڑہ پر بہت لطیف بحثیں کی ہیں۔ اگر بچّے کا منہ پتھر سے لگائیں تو کیا کوئی دانشمند خیال کرسکتا ہے کہ اس پتھر میں سے دودھ نکل آئے گا اور بچہ سیر ہو جائے گا۔ ہر گز نہیں۔ اسی طرح پر جب تک انسان خدا تعالیٰ کے آستانہ پر نہیں گرتا، اس کی روح ہمہ نیستی ہو کر ربوبیت سے تعلق پیدا نہیں کرتی اور نہیں کرسکتی جب تک کہ وہ عدم یا مشابہ بالعدم نہ ہو، کیونکہ ربوبیت اسی کو چاہتی ہے۔ اس وقت تک وہ روحانی دودھ سے پرورش نہیں پا سکتا۔

لَھْو میں کھانے پینے کی تمام لذتیں شامل ہیں۔ ان کا انجام دیکھو کہ بجز کثافت کے اور کیا ہے۔ زینت، سواری، عمدہ مکانات پر فخر کرنا یا حکومت وخاندان پر فخر کرنا یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ بالآخر اس سے ایک قسم کی حقارت پیدا ہو جاتی ہے جو رنج دیتی اور طبیعت کو افسردہ اور بے چین کر دیتی ہے۔

لَعْب میں عورتوں کی محبت بھی شامل ہے۔ انسان عورت کے پاس جاتا ہے مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ محبت اور لذت کثافت سے بدل جاتی ہے لیکن اگر یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک حقیقی عشق ہونے کے بعد ہو تو پھر راحت پر راحت اور لذت پر لذت ملتی ہے۔ یہاں تک کہ معرفتِ حقہ کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ ایک ابدی اور غیر فانی راحت میں داخل ہو جاتا ہے جہاں پاکیزگی اور طہارت کے سوا کچھ نہیں۔ وہ خدا میں لذت ہے۔ اسکو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اسے ہی پاؤ کہ حقیقی لذت وہی ہے۔

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 195 تا 196، مطبوعہ قادیان 2018)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز میں یہ دعا کرتے

(832) عَنۡ عَائِشَۃَ زَوۡجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَدۡعُوۡ فِی الصَّلَاۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ فِتۡنَۃِ الۡمَسِیۡحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ فِتۡنَۃِ الۡمَحۡیَا وَفِتۡنَۃِ الۡمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡمَاۡثَمِ وَالۡمَغۡرَمِ فَقَالَ لَہٗ قَائِلٌ مَا اَکۡثَرَ مَاتَسۡتَعِیۡذُ مِنَ الۡمَغۡرَمِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَکَذَبَ وَوَعَدَ فَاَخۡلَفَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز میں (تشہد کے بعد) یہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ! قبر کے عذاب سے میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ مسیح دجال کے فتنے سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں اور موت اور زندگی کے فتنے سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں۔ اے اللہ! گناہ اور قرض سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں۔ کسی کہنے والے نے آپؐ سے کہا: تعجب ہے کہ آپؐ قرض داری سے اکثر پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جب آدمی قرضدار ہوتا ہے تو اپنی بات میں جھوٹا ہو جاتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

(صحیح بخاری، جلد 2، کتاب الاذان، مطبوعہ قادیان 2006)

......☆......☆......☆......

اسلام نے جمعہ کے دن کیلئے یہ خصوصیتیں مقرر فرمائی ہیں، اس دن چھٹی رکھی جائے، عبادت زیادہ کی جائے اُسے قومی اجتماع کا دن بنایا جائے، نہایا دھویا جائے، صفائی کی جائے، مریضوں کی عیادت کی جائے اسی طرح اور قومی اور تمدنی کام کئے جائیں

گورنمنٹ نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے میموریل اور جماعت احمدیہ کی کوششوں کے بعد جمعہ کی نماز کیلئے ایک گھنٹہ کی چھٹی منظور کی تھی

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہودیوں میں سبت ہفتہ کو منایا جاتا تھا اور بائبل سے ہفتہ کا دن ہی اس بات کیلئے ثابت ہے (اس لئے سبت کے معنے ہی ہفتہ کے دن کے ہو گئے ورنہ اصل معنے سبت کے یہی ہیں کہ جس دن روزمرّہ کے کام چھوڑ دیئے جائیں اور اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ بنو اسرائیل کا سبت ہفتہ کو ہوتا ہے اور مسلمانوں کا جمعہ کو) ...... عیسائیوں نے بھی سبت کی اہمیت کو تو تسلیم کیا ہے لیکن اس کیلئے اتوار کا دن قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض یورپین اقوام اور بادشاہوں نے جب عیسائیت کی طرف رغبت ظاہر کی تو انہوں نے اپنے عیسائی ہونے کی ایک شرط یہ رکھی کہ چھٹی کا دن اتوار قرار دیا جائے اور ان لوگوں کو عیسائی بنانے کے لالچ میں پادریوں نے اُن کی اس دعوت کو قبول کر لیا اور اس طرح سبت کی بے حرمتی میں وہ یہود سے بھی بڑھ گئے کیونکہ یہود تو سبت کے دن کبھی کبھی کوئی فائدے کا کام کر لیا کرتے تھے لیکن عیسائیوں نے ہفتہ کو ہمیشہ کیلئے کام کا دن قرار دے دیا اور آرام کے دن کیلئے اتوار کو چُن لیا۔ اگر خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ایسا ہوتا تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی مگر یہ جو کچھ ہوا خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت نہیں ہوا۔ اپنی مرضی سے اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے سینکڑوں سال بعد ہوا۔ حضرت مسیح ناصری خود سبت کا احترام کیا کرتے تھے۔ گو یہودیوں میں جو غلو سبت کے متعلق پیدا ہو گیا تھا اس کے وہ مخالف بھی تھے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "سبت کا دن انسان کے واسطے ہؤا نہ انسان سبت کے دن کے واسطے" (مرقس باب 2 آیت 27) اسکے یہی معنی ہیں کہ اگر حقیقی ضرورتیں پیش آجائیں تو اُس میں سبت کے تفصیلی احکام کا لحاظ نہیں رکھا جا سکتا اور نہ دین کے کاموں کو سبت روک سکتا ہے۔ یہودیوں میں یہ بیہودہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ سبت کے دن تبلیغ کرنی، وعظ کرنا اور دوسرے نیکی کے کام کرنے بھی ناجائز ہیں حالانکہ سبت کے دن تو صرف دنیوی کاموں سے روکا گیا تھا ......

بعض مصنّفین لکھتے ہیں کہ اتوار کے دن عیسائیوں نے سبت کا منانا اس لیے شروع کیا تا کہ غیر یہودی قوموں میں اُن کی مخالفت نہ پیدا ہو۔ برنباس کے خط میں لکھا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ مسیح اس دن مُردوں میں سے جی اُٹھے تھے (جیوش انسائیکلوپیڈیا، جلد 10) بہر حال کوئی وجہ بھی ہو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف تھا اسلام نے بھی سبت کا ایک دن مقرر فرمایا ہے اور وہ جمعہ کا دن ہے۔ جمعہ کا دن کسی قیاس کے مطابق مسلمانوں نے مقرر نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مقرر کیا ہے اس لئے ان پر وہ اعتراض نہیں پڑتا جو عیسائیوں پر پڑتا ہے۔

اسلام نے جمعہ کے دن کیلئے یہ خصوصیتیں مقرر فرمائی ہیں۔ اس دن چھٹی رکھی جائے۔ عبادت زیادہ کی جائے اُسے قومی اجتماع کا دن بنایا جائے۔ نہایا دھویا جائے۔ صفائی کی جائے۔ مریضوں کی عیادت کی جائے اسی طرح اور قومی اور تمدنی کام کئے جائیں۔ ہاں جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد اجازت دی گئی ہے کہ لوگ اپنے مشاغل میں لگ جائیں مگر زیادہ مناسب اسی کو قرار دیا ہے کہ بعد میں بھی وہ ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں نے بھی سبت کی قدر نہیں جانی اور جمعہ کی نماز سوائے بڑے شہروں کے ایک عرصہ تک ہندوستان سے بالکل مِٹی رہی۔ اب کچھ کچھ اس طرف توجہ ہے مگر اب بھی سو میں سے ایک مسلمان صرف جمعہ کی نماز بھی ادا کرنے کیلئے تیار نہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ گورنمنٹ نے بصد مشکل بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے میموریل اور جماعت احمدیہ کی کوششوں کے بعد جمعہ کی نماز کیلئے ایک گھنٹہ کی چھٹی منظور کی ہے مگر افسوس کہ مسلمان اب بھی اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور بعض جگہ پر تو دوسرے مسلمان صاف طور پر گورنمنٹ کے افسروں سے کہہ دیتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کیلئے چھٹی کی درخواست محض احمدیوں کی شرارت ہے ہم لوگ اس میں شامل نہیں۔

(تفسیر کبیر، جلد 1، صفحہ 497 تا 498، مطبوعہ قادیان 2010)

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)

خطبہ جمعہ فرمودہ 25 ستمبر 2020ء (مکمل متن)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از نبیوں کا سردار)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)

خطاب بر موقع سالانہ اجتماع انصار اللہ یو۔کے 2006

مستورات سے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ کینیڈا 2005

مستورات سے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ یوکے 2005

خطبہ جمعہ بطرز سوال وجواب

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 9 اکتوبر 2020

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی العَالَمِ ✿ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

محمد حسین بٹالوی کیلئے پچیس روپے کا انعام

اگر محمد حسین معارض احادیث میں تطبیق و توفیق پیدا کر کے دکھلادیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ انعامی چیلنج ہم آپؑ کی کتاب ازالہ اوہام اور الحق مباحثہ لدھیانہ سے پیش کر رہے ہیں۔ یہ چیلنج دراصل سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو مباحثہ لدھیانہ کے دوران دیا تھا پھر اس چیلنج کا آپؑ نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ پہلے ہم اس چیلنج کا پس منظر آپ کی کتاب الحق مباحثہ لدھیانہ کی رُو سے پیش کرتے ہیں۔

گزشتہ شمارہ میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ مباحثہ لدھیانہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے مابین لدھیانہ میں 20 تا 31 جولائی 1891ء بارہ دن تک ہوا تھا۔ اس مباحثہ کا اصل موضوع "حیات و وفاتِ مسیح" تھا لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے آخر دم تک اصل موضوع کی طرف رُخ نہیں کیا۔ اُنہیں معلوم تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات پر بحث نہیں کر سکتے کیونکہ اس بحث میں فرقان مجید کی آیات کے سامنے اُن کا ایک منٹ بھی ٹکنا محال ہے لہٰذا اُنہوں نے پورے مباحثہ کو بخاری و مسلم کی احادیث کے مقام و مرتبہ پر الجھا کر رکھا مثلاً پرچہ نمبر 2 میں اُنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اصول روایت کے رُو سے بخاری و مسلم کی احادیث بلاوقفہ و شرط واجب العمل والاعتقاد ہیں یا نہیں۔ یا ان میں ایسی بھی احادیث ہیں جن پر عمل و اعتقاد جائز نہیں؟

اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

"کتاب و سنت کے حُجَجِ شَرْعِیَّہ ہونے میں میرا یہ مذہب ہے کہ **کتاب اللہ مقدم اور امام ہے**...... اگر ہم کوئی ایسی حدیث پائیں گے جو مخالف نص قرآن کریم ہوگی اور کسی صورت سے ہم اس کی تاویل کرنے پر قادر نہیں ہو سکیں گے تو ایسی حدیث کو ہم موضوع قرار دیں گے کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ○ یعنی تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے بعد کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔"

(الحق مباحثہ لدھیانہ رُوحانی خزائن جلد 4 صفحہ 11)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

"ہمارا یہ مذہب ہرگز ایسا نہیں ہے کہ روایت کے رو سے بھی حدیث کو وہ مرتبہ یقینی دیں جیسا کہ ہم قرآن کریم کا مرتبہ اعتقاد رکھتے ہیں ...... خود حدیثوں کا تعارض جو اُن میں واقع ہے صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ مقامات تحریف سے خالی نہیں ہیں پھر کیونکر کوئی مومن یہ اعتقاد رکھ سکتا ہے کہ حدیثیں روایتی ثبوت کے رو سے قرآن کریم کے ثبوت سے برابر ہیں! کیا آپ یا کوئی اور مولوی صاحب ایسی رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ ثبوت کے رو سے جس مرتبہ پر قرآن کریم ہے اُسی قرینہ پر حدیثیں بھی ہیں؟ پھر جب کہ آپ خود مانتے ہیں کہ حدیثیں اپنے روایتی ثبوت کی رو سے اعلیٰ مرتبہ ثبوت سے گری ہوئی ہیں اور غایت کار مفید ظن ہیں تو آپ اس بات پر کیوں زور دیتے ہیں کہ اسی مرتبہ یقین پر انہیں مان لینا چاہئے جس مرتبہ پر قرآن کریم مانا جاتا ہے۔" (ایضاً صفحہ 14-15)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت ہی صاف اور واضح الفاظ میں قرآن و حدیث کے متعلق اپنا مذہب تفصیل سے بیان فرما دیا۔ لیکن مولوی صاحب چونکہ اصل موضوع بحث کی طرف آنا نہیں چاہتے تھے اس لئے وہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت گزارتے رہے۔ اُنہوں نے اگلے پرچہ میں پھر وہی راگ الاپا کہ: "آپ نے بایں ہمہ تطویل میرے سوال کا جواب پھر بھی صاف نہ دیا" اور اس سے اگلے پرچہ میں لکھا کہ "میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ نے پھر بھی میرے سوال کا جواب صاف الفاظ میں نہیں دیا" اس پر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کو جو اُن دنوں مباحثہ کی رُوداد رسالہ ''الحق'' میں شائع فرما رہے تھے لکھنا پڑا کہ:

"مولوی صاحب! آپ کی یہ تان کہیں ٹوٹے گی بھی! ذرا بغض و عناد کے بخار سے دماغ کو خالی فرماویں۔ آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ آپ کو صاف اور کافی جواب دیا گیا ہے۔" (ایضاً صفحہ 24) اور مولوی محمد حسین کے بناوٹی افسوس پر آپؑ نے لکھا کہ: "آپ کا یہ افسوس ختم ہونے میں نہیں آتا اور شاید موت (یعنی اختتام مباحثہ) تک اس افسوس سے نجات نصیب نہ ہو۔ اچھا دیکھیں۔" (ایضاً صفحہ 31)

اُوپر جو ہم نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ پیش کئے ہیں اُن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مؤقف قرآن و حدیث کے مقام و مرتبہ کے متعلق بالکل واضح ہے کہ قرآن امام ہے اور احادیث کے لئے معیار اور محک ہے۔ قرآن مجید نے خود اپنا یہی مقام و مرتبہ بیان فرمایا ہے۔ بالخصوص جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ احادیث میں بکثرت تعارض موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی ایک مثال دیتے ہوئے فرمایا :

"ابن صیاد کے دجال معہود ہونیکی نسبت جو حدیثیں ہیں وہ حدیثیں اُن حدیثوں سے صریح اور صاف طور پر معارض ہیں جو گرجا والے دجال کی نسبت ہیں جنکا راوی تمیم داری ہے۔ اب ہم ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کو صحیح سمجھیں؟ دونوں حضرت مسلم صاحب کی صحیح میں موجود ہیں۔" (ایضاً صفحہ 16)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں بخاری و مسلم کی حدیثوں میں تعارض کی متعدد مثالیں بطور نمونہ بیان فرمائی ہیں۔ اس کے بعد آپؑ فرمایا :

اگر درحقیقت کوئی حدیث قرآن کریم سے معارض و مخالف ہے تو حدیث قابل تاویل ہے نہ کہ قرآن کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ جواہرات مرصّع کی طرح اپنے اپنے محل پر چسپاں ہیں اور نیز قرآن کریم کا ہر یک لفظ اور ہر یک نقطہ تصرف اور دخل انسان سے محفوظ ہے برخلاف حدیثوں کے کہ وہ محفوظ الالفاظ بکلی نہیں اور ان کے الفاظ کی یادداشت اور محل پر رکھنے میں وہ اہتمام نہیں ہوا جو قرآن کریم میں ہوا۔ اسی وجہ سے ان میں تعارض بھی موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مقامات متعارضہ میں راویوں کے حافظہ نے وفا نہیں کی۔'' (ازالہ اوہام، رُ.خ. جِ3، صفحہ 612)

احادیث میں تعارُض والی بات پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھا کہ :

امام الائمہ ابن خزیمہ سے منقول ہے لَا اَعْرِفُ اَنَّہٗ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَانِ بِاِسْنَادَیْنِ صَحِیْحَیْنِ مُتَضَادَیْنِ فَمَنْ کَانَ عِنْدَہٗ فَلْیَاتِیْنِیْ بِہٖ لِاُؤَلِّفَ بَیْنَھُمَا یعنی امام الائمہ ابن خزیمہ سے منقول ہے کہ میں ایسی دو حدیثوں کو شناخت نہیں کرتا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کی گئی ہوں اور پھر متضاد ہوں اگر کسی کے پاس ایسی حدیثیں ہوں تو میرے پاس لاوے مَیں اُن میں تالیف کر دوں گا۔ (الحق مباحثہ لدھیانہ رُوحانی خزائن جلد 4 صفحہ 54)

اس پر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُنہیں یہ پُرشوکت چیلنج دیا کہ اگر وہ میری طرف سے پیش کردہ چند معارض احادیث میں تطبیق و توفیق کر کے دکھلا دیں گے تو پچیس روپے انعام کے مستحق ٹھہریں گے۔ آپؑ نے فرمایا :

''امام ابن خزیمہ تو فوت ہو گئے اب اُن کے دعویٰ کی نسبت کچھ کلام کرنا بے فائدہ ہے۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ آپ نے اپنے مضمون کے سنانے کے وقت بڑے جوش میں آ کر فرمایا تھا کہ ابن خزیمہ تو امام وقت تھے میں خود دعویٰ کرتا ہوں کہ دو متعارض حدیثوں میں جو دونو صحیح الاسناد تسلیم کی گئی ہوں توفیق و تالیف دے سکتا ہوں اور ابھی دے سکتا ہوں؟ آپکا یہ دعویٰ ہر چند اُس وقت ہی فضول سمجھا گیا تھا لیکن برعایتِ شرائطِ قرار یافتہ مناظرہ، اُس وقت آپ کی تقریر میں بولنا ناجائز اور ممنوع تھا۔ چونکہ آپ کی خودستائی حد سے گذر گئی ہے اور عجز و نیاز اور عبودیت کا کوئی خانہ نظر نہیں آتا اور ہر وقت اَنَا اَعْلَمُ کا جوش آپکے نفس میں پایا جاتا ہے اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ اِسی دعویٰ کے رُو سے آپ کے کمالات کی آزمائش کروں جس آزمائش کے ضمن میں میری اصل بحث بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ میں بالطبع اس سے کارہ ہوں کہ کسی سے خواہ نخواہ آویزش کروں لیکن چونکہ آپ دعویٰ کر بیٹھے ہیں اور دوسروں کو تحقیر اور ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں یہاں تک کہ آپکے خیال میں امام اعظمؒ کو بھی حدیث دانی میں آپ سے کچھ نسبت نہیں، اسلئے...... چاہتا ہوں کہ چھ سات حدیثیں بخاری اور مسلم کی یکے بعد دیگرے جن میں میری نظر میں تعارض ہے آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ اگر آپ ان میں توفیق و تالیف امام ابن خزیمہ کی طرح کر دکھائیں گے تو میں تاوان کے طور پر آپ کو پچیس روپیہ نقد دوں گا اور نیز مدت العمر تک آپ کے کمالات کا قائل ہو جاؤں گا اور اپنا مغلوب اور شکست یافتہ ہونا قبول کر لوں گا اور باعث اس کے جو مجھ سے پچیس روپیہ بطور تاوان لئے جائیں گے، آپ کے کمالات حدیث دانی کے بخوبی نقش قلوب ہو جائیں گے اور ہمیشہ صفحہ روزگار میں عزت کے ساتھ یادگار رہیں گے لیکن اس میں انتظام یہ چاہئے کہ تین منصف بتراضی فریقین مقرر کئے جائیں جو فہم تقریر اور وزن دلائل کا مادہ رکھتے ہوں اور فریقین سے کسی قسم کا تعلق ان کو نہ ہو۔ نہ رشتہ۔ نہ مذہب۔ نہ دوستی اور اگر من بعد تعلق ثابت ہو تو وہ فیصلہ فسخ کیا جائے ورنہ فیصلہ ناطق قرار دے کر بحالت غالب ہونے پچیس روپیہ آپکے حوالے کر دیئے جائیں ...... اب اگر آپ میری اس درخواست سے گریز کریں گے تو پھر بلاشبہ آپکے وہ سب دعاوی فضول قرار پا کر وہ تمام توہین و تحقیر اور ہتک کی باتیں جو آپ نے اس عاجز کی نسبت اپنی تحریرات میں خودنمائی کی غرض سے کی ہیں آپ پر وارد سمجھی جائیں گی۔ تحریر کے ذریعہ سے ایک ہفتہ تک آپ اس کا جواب دیں۔'' (الحق مباحثہ لدھیانہ، رُوحانی خزائن جلد 4 صفحہ 102)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس چیلنج کا ذکر اپنی کتاب ازالہ اوہام میں بھی فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :

"آپ نے دعویٰ کیا تھا کہ میں صحیحین کی حدیثوں کا تعارض دُور کر سکتا ہوں۔ اِسکے جواب میں آپ کو کہا گیا کہ اگر آپ قبول کریں تو چند منصف مقرر کر کے چند متعارض حدیثیں آپ کے سامنے بغرض تطبیق و توفیق پیش کی جائیں گی۔ اگر آپ اپنی علمی لیاقت سے تعارض دُور کر کے دکھلا دیویں گے تو پچیس روپے آپ کو انعام ملیں گے اور آپکی علمیت مسلّم ٹھہر جائیگی اور اگر آپ چُپ رہیں تو آپ کی بے علمی ثابت ہوگی۔ لیکن آپ چپ رہے۔"

(ازالہ اوہام رُوحانی خزائن جلد 3 صفحہ: 574)

آئندہ انشاء اللہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کرینگے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

خطبہ جمعہ

تم بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہو حالانکہ جب وہ اذان دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش پر خوش ہوتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلالؓ کیا ہی اچھا انسان ہے، وہ تمام مؤذنوں کا سردار ہے، اس کی پیروی کرنے والے صرف مؤذن ہی ہوں گے اور قیامت کے دن سب سے لمبی گردنوں والے مؤذن ہی ہوں گے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تین لوگوں سے ملنے کی بہت مشتاق ہے، علیؓ، عمارؓ اور بلالؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے جنت کی طرف رات کو لے جایا گیا تو مَیں نے قدموں کی چاپ سنی مَیں نے کہا اے جبرئیلؑ! یہ قدموں کی چاپ کیسی ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ بلالؓ ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلالؓ کتنا ہی اچھا انسان ہے کہ شہداء اور مؤذنوں کا سردار ہے

کیا اعلیٰ مقام ہے اس بلالؓ کا جسے ایک وقت میں حقیر سمجھ کر پتھروں پر گھسیٹا جاتا تھا، حضرت ابوبکرؓ خواہش کر رہے ہیں کہ کاش مَیں بلال ہوتا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کی مثال تو شہد کی مکھی جیسی ہے جو میٹھے پھلوں اور کڑوی بوٹیوں سے بھی رس چوستی ہے مگر جب شہد بنتا ہے تو سارے کا سارا شیریں ہو جاتا ہے

یہ تھے ہمارے سیدنا بلالؓ جنہوں نے اپنے آقا و مطاعؐ سے عشق و وفا کے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے دل میں بٹھانے اور پھر اس کے عملی اظہار کے وہ نمونے قائم کیے جو ہمارے لیے اسوہ ہیں، ہمارے لیے پاک نمونہ ہیں

مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سَابِقُ الْحَبَشَۃ، اہلِ جنت میں شامل عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

پانچ مرحومین مولانا طالب یعقوب صاحب مبلغ سلسلہ ٹرینی ڈاڈ ٹوباگو، مکرم انجنیئر افتخار علی قریشی صاحب سابق وکیل المال ثالث ربوہ، نائب صدر مجلس تحریکِ جدید، محترمہ رضیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ حکیم خورشید احمد صاحب سابق صدر عمومی ربوہ، مکرم محمد طاہر احمد صاحب نائب ناظر بیت المال قادیان اور عزیزم عقیل احمد ابن مرزا خلیل احمد بیگ صاحب استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 25 ستمبر 2020ء بمطابق 25 تبوک 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ اس بارے میں عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو بلایا اور پوچھا۔ اے بلال! کیا وجہ ہے کہ تم جنت میں مجھ سے آگے رہتے ہو۔ جب کل شام مَیں جنت میں داخل ہوا تو مَیں نے اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ مَیں جب بھی اذان دیتا ہوں تو دو رکعت نفل نماز پڑھتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو مَیں وضو کر لیتا ہوں اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ اللہ کی طرف سے مجھ پر دو رکعت ادا کرنا واجب ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر یہی وجہ ہے۔

(سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب اتیت علی قصر مربع ……الخ، حدیث 3689)

ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا: بلال مجھے بتاؤ جو سب سے زیادہ امید والا عمل تم نے اسلام میں کیا ہو کیونکہ مَیں نے بہشت میں اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے کہا اپنے نزدیک تو مَیں نے اس سے زیادہ امید والا عمل اَور کوئی نہیں کیا کہ جب بھی مَیں نے رات کو یا دن کو کسی وقت وضو کیا تو مَیں نے اس وضو کے ساتھ نماز ضرور پڑھی ہے جتنی بھی میرے لیے پڑھنا مقدر تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب فضل الطہور باللیل والنہار، حدیث 1149)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر آپؓ ہو گئے بلکہ صرف یہ کہ پاکیزگی اور مخفی عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام دیا کہ وہ جنت میں بھی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں جس طرح دنیا میں تھے جیسا کہ گذشتہ ایک روایت میں بھی ذکر ہوا تھا کہ عید کے روز حضرت بلالؓ نیزہ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے اور پھر قبلہ رخ نیزہ گاڑتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں عید پڑھاتے تھے تو بہرحال ان کا یہ اعزاز ان کی پاکیزگی اور عبادت کی وجہ سے جنت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قائم رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ساتھ ایک نظارے میں دیکھا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے جنت کی طرف رات کو لے جایا گیا تو مَیں نے قدموں کی چاپ سنی۔ مَیں نے کہا اے جبرئیلؑ! یہ قدموں کی چاپ کیسی ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ بلالؓ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اے کاش! مَیں بلال کی ماں کے بطن سے پیدا ہوتا۔ اے کاش! بلال کا باپ میرا باپ ہوتا اور مَیں بلالؓ کی طرح ہوتا۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، جلد 9، صفحہ 363، کتاب المناقب، باب فضل بلال المؤذنؓ، حدیث 15635) کیا اعلیٰ مقام ہے اس بلالؓ کا جسے ایک وقت میں حقیر سمجھ کر پتھروں پر گھسیٹا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ خواہش کر رہے ہیں کہ کاش مَیں بلال ہوتا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ابتدائی صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ ’’بلال بن رَبَاحؓ …… جو امیہ بن خلف کے حبشی غلام تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں اذان دینے کا کام انہی کے سپرد تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے اذان کہنا چھوڑ دیا تھا لیکن جب حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں شام فتح ہوا تو ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے اصرار پر انہوں نے پھر اذان کہی جس پر سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آ گیا چنانچہ وہ خود اور حضرت عمرؓ اور دوسرے اصحاب جو اس وقت موجود تھے اتنے روئے

کہ ہچکی بندھ گئی۔ حضرت عمرؓ کو بلالؓ سے اتنی محبت تھی کہ جب وہ فوت ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا آج مسلمانوں کا سردار گزر گیا۔ یہ ایک غریب حبشی غلام کے متعلق بادشاہِ وقت کا قول تھا۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ، صفحہ 124-125)

ایک موقعے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی مستورات سے خطاب فرماتے ہوئے یہ جو آیتِ قرآنی ہے کہ اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِیۡنَۃُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَالۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیۡرٌ اَمَلًا۔ یہ بیان فرمائی اور اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت بلالؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’ایک ہی چیز ہے جو باقی رہنے والی ہے اور وہ ہے اَلۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ۔ وہ کام جو خدا کیلئے کرو گی باقی رہے گا۔‘‘ پھر آپؓ نے فرمایا کہ ’’آج ابو ہریرہؓ کی اولاد کہاں ہے، مکان کہاں ہیں؟‘‘ کوئی جائیداد نہیں، اولاد نہیں۔ ہم نہیں جانتے اولاد کہاں ہے کہ نہیں ہے۔ ’’لیکن ہم جنہوں نے نہ ان کی اولاد دیکھی، نہ مکان دیکھے، نہ جائیداد دیکھی ہم جب ان کا نام لیتے ہیں تو کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔‘‘ آپؓ فرماتے ہیں کہ ’’چند دن ہوئے ایک عرب آیا اس نے کہا کہ مَیں بلالؓ کی اولاد میں سے ہوں۔ اس نے معلوم نہیں سچ کہا یا جھوٹ مگر میرا دل اس وقت چاہتا تھا کہ میں اس سے چمٹ جاؤں کہ یہ اس شخص کی اولاد میں سے ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی تھی۔ آج بلالؓ کی اولاد کہاں ہے؟‘‘ ہم نہیں جانتے کوئی اولاد ہے بھی کہ نہیں اور ہے تو کہاں ہے۔ ’’اس کے مکان کہاں ہیں؟‘‘ کوئی جائیدادیں ہمیں نظر نہیں آتیں۔ ’’اس کی جائیداد کہاں ہے؟ مگر وہ جو اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی تھی وہ اب تک باقی ہے اور باقی رہے گی۔‘‘

(مستورات سے خطاب، انوار العلوم، جلد 16، صفحہ 457-458)

اور یہ وہ نیکیاں ہیں جو باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔

حضرت بلالؓ سے چوالیس احادیث مروی ہیں۔ صحیحین میں چار روایات آئی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء للامام الذھبی، جلد 1، صفحہ 360 ’’بلال بن رباح‘‘ مؤسسہ الرسالۃ 2014ء)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تین لوگوں سے ملنے کی بہت مشتاق ہے۔ علیؓ، عمارؓ اور بلالؓ۔ (سیر اعلام النبلاء للامام الذھبی، جلد 1 صفحہ 355 ’’بلال بن رباح‘‘ مؤسسہ الرسالۃ 2014)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان کر رہے تھے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان کرتے ہوئے حضرت بلالؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ بلالؓ جو ہیں ہمارے سردار ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان کر رہے ہیں اور وہاں حضرت بلالؓ بیٹھے ہوئے تھے تو آپؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ بلالؓ جو ہیں ہمارے سردار ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، جلد 10، صفحہ 363، ذکر من اسمہ بلال بن رباح، داراحیاء التراث العربی بیروت 2001ء) کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو خرید کر غلامی سے آزاد کروایا تھا۔

عائذ بن عمرو سے روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ کے پاس جو ایک مجمع میں تھے ابوسفیان آئے تو اس پر ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن پر اپنی جگہ پر نہ پڑیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا تم قریش کے معزز اور ان کے سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے جب ان کو یہ باتیں کرتے سنا کہ صحیح طرح ہم نے ان سے بدلہ نہیں لیا تو حضرت ابوبکرؓ کو یہ بات اچھی نہیں لگی۔ آپؓ نے فرمایا کہ تم قریش کے سردار کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو؟ اور اس کے بعد پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ! شاید تم نے انہیں ناراض کر دیا ہے۔ اگر تم نے انہیں ناراض کیا تو یقیناً تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس آئے اور کہا اے پیارے بھائیو! مَیں نے تمہیں ناراض کر دیا؟ حضرت ابوبکرؓ تو یہ بات لے کر گئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ان کو کچھ روکیں گے، ٹوکیں گے لیکن الٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا اور حضرت ابوبکرؓ کا بھی دیکھیں کیا مقام تھا فوری طور پر ان غریب لوگوں کے پاس واپس گئے اور انہیں کہا پیارے بھائیو! مَیں نے تمہیں ناراض کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں نہیں اے بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپؓ نے ہمیں ناراض نہیں کیا۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل سلمان وصہیب وبلال، حدیث 2504)

حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جبکہ آپ جِعِرَّانَہ میں قیام فرما تھے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ حضرت بلالؓ آپ کے ساتھ تھے۔ ایک اعرابی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپؐ مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا نہ فرمائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو۔ اس پر بدوی کہنے لگا کہ مجھے اَبۡشِرۡ یعنی تمہیں خوشخبری ہو آپ بڑی دفعہ کہہ چکے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے جیسے کوئی ناراض ہو۔ پھر اس بدوی کی طرف نہیں دیکھا۔ ان دونوں کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرمایا کہ اس نے بشارت کو ردّ کر دیا۔ میں اس کو خوشخبری دے رہا ہوں۔ اس نے خوشخبری کو ردّ کیا ہے۔ پس تم دونوں یہ بشارت قبول کر لو۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم نے قبول کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا۔ اس پانی سے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا اور اس سے کلی کی۔ پھر فرمایا تم دونوں اس میں سے پی لو اور دونوں اپنے چہروں اور سینوں پر انڈیل لو اور خوش ہو جاؤ۔ چنانچہ ان دونوں نے وہ پیالہ لیا اور ویسے ہی کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کرنے کا حکم فرمایا تھا تو پردے کے پیچھے سے حضرت ام سلمہؓ نے انہیں پکارا کہ جو تم دونوں کے برتن میں ہے اس میں سے کچھ اپنی ماں کیلئے یعنی حضرت ام سلمہؓ، ام المومنین کیلئے بھی بچاؤ تو ان دونوں نے ان کیلئے اس میں سے کچھ بچا دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابی موسیٰ وابی عامر الاشعریین رضی اللہ عنھما، حدیث 2497)

حضرت علی بن ابوطالبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے سات نقیب عنایت فرمائے ہیں اور مجھے چودہ یعنی دوگنے نقیب عطا ہوئے ہیں۔ ہم نے عرض کیا وہ کون ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا۔ مَیں، میرے دونوں بیٹے اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حمزہؓ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور مصعب بن عمیرؓ اور بلالؓ اور سلمانؓ اور مقدادؓ اور ابوذرؓ اور عمارؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ۔ (سنن الترمذی، ابواب المناقب، حدیث 3785)

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلالؓ کیا ہی اچھا انسان ہے۔ وہ تمام مؤذنوں کا سردار ہے۔ اس کی پیروی کرنے والے صرف مؤذن ہی ہوں گے اور قیامت کے دن سب سے لمبی گردنوں والے مؤذن ہی ہوں گے۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ذکر بلال بن رباح، حدیث 5244، جلد 3، صفحہ 322، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلالؓ کتنا ہی اچھا انسان ہے کہ شہداء اور مؤذنوں کا سردار ہے اور قیامت والے دن سب سے لمبی گردن والے حضرت بلالؓ ہوں گے یعنی بڑی عزت کا مقام ان کو ملے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب فضل بلال المؤذن، جلد 9، صفحہ 363، حدیث 15636، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلالؓ کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی دی جائے گی اور وہ اس پر سوار ہوں گے۔

(سیر اعلام النبلاء للامام الذھبی، جلد 1، صفحہ 355 ’’بلال بن رباح‘‘ مؤسسہ الرسالۃ 2014ء)

حضرت بلالؓ کی اہلیہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور سلام کیا۔ فرمایا کیا بلالؓ یہاں ہیں؟ مَیں نے جواب دیا کہ گھر نہیں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لگتا ہے تم بلالؓ سے ناراض ہو۔ مَیں نے کہا وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور وہ ہر بات پر یہی کہتے ہیں کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کی بیوی کو فرمایا کہ بلالؓ مجھ سے جو بات تم تک پہنچائیں وہ یقیناً سچی ہو گی اور بلالؓ تم سے غلط بات نہیں کرے گا۔ پس تم بلالؓ پر کبھی ناراض نہ ہونا ورنہ اس وقت تک تمہارا کوئی عمل قبول نہ ہو گا جب تک تم نے بلالؓ کو ناراض رکھا۔ (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، جلد 10، صفحہ 356، ذکر من اسمہ بلال بن رباح، داراحیاء التراث العربی بیروت 2001ء)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کی مثال تو شہد کی مکھی جیسی ہے جو میٹھے پھلوں اور کڑوی بوٹیوں سے بھی رَس چوستی ہے مگر جب شہد بنتا ہے تو سارے کا سارا شیریں ہو جاتا ہے۔ سب میٹھا ہو جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب فضل بلال المؤذن، جلد 9، صفحہ 364، حدیث 15639، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت بلالؓ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بلالؓ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزۡ عَنۡ سَیِّئَاتِیۡ وَاعۡذُرۡنِیۡ بِعِلَّاتِیۡ۔ اے اللہ! تو میری خطاؤں سے درگزر فرما اور میری کوتاہیوں کے بارے میں مجھے معذور سمجھ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی باب بلال بن رباح جلد 01 صفحہ 337 حدیث 1009، داراحیاء التراث العربی 2002ء)

حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے بلالؓ! غریبی میں مرنا اور امیری میں نہ مرنا۔ مَیں نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟ یہ کس طرح ہو کہ میں غریبی میں مروں اور امیری میں نہ مروں۔ اس کی سمجھ نہیں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رزق تمہیں عطا کیا جائے اسے سنبھال کر نہ رکھنا اور جو چیز تم سے مانگی جائے اس سے منع نہ کرنا۔ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! اگر مَیں ایسا نہ کر سکا تو کیا ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا ہی کرنا ہو گا ورنہ آگ ٹھکانہ ہو گی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، باب بِلَالُ بۡنُ رَبَاح، جلد 1، صفحہ 341، حدیث 1021، داراحیاء التراث العربی 2002ء) یعنی کسی سائل کو دھتکارنا نہیں اور یہ نہیں کہ صرف جوڑتے رہو اور خرچ نہ کرو۔ خرچ کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت بلالؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بیس ہجری میں دمشق شام میں ہوئی۔ بعض کے نزدیک آپؓ کی وفات حلب میں ہوئی۔ اس وقت حضرت بلالؓ کی عمر ساٹھ سال سے زائد تھی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت بلالؓ کی وفات اٹھارہ ہجری میں ہوئی۔ آپؓ کی تدفین دمشق کے قبرستان میں باب الصغیر کے پاس ہوئی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 180 ’’بلال بن رباح‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء) (تاریخ الدمشق لابن عساکر جلد 10، صفحہ 335، ذکر من اسمہ بلال بن رباح داراحیاء التراث العربی بیروت 2001ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ حضرت بلالؓ کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس

حوالے میں سے بعض باتیں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں لیکن بات کا جو تسلسل ہے اس کی وجہ سے شاید یہاں دوبارہ شروع کی ایک دو باتیں آجائیں۔

حضرت بلالؓ حبشی تھے عربی زبان نہیں جانتے تھے اور عربی بولتے ہوئے وہ بہت سی غلطیاں کر جاتے تھے مثلاً حبشہ کے لوگ شین کو سین کہتے تھے۔ چنانچہ بلال جب اذان دیتے ہوئے اَشْھَدُ کو اَسْھَدُ کہتے تو عرب لوگ ہنستے تھے کیونکہ ان کے اندر قومی برتری کا خیال پایا جاتا تھا حالانکہ دوسری زبانوں کے بعض الفاظ خود عرب بھی نہیں ادا کر سکتے۔ مثلاً وہ روٹی کو، عرب جو ہیں روٹی کو روٹی نہیں کہہ سکتے، روتی کہیں گے۔ ت بولیں گے ٹ کی بجائے اور چُوری کو جُوری کہیں گے چ نہیں بول سکتے ج بولیں گے۔ فرمایا کہ جس طرح غیر عرب عربی کے بعض الفاظ ادا نہیں کر سکتے اسی طرح عرب بھی غیر زبانوں کے بعض الفاظ نہیں ادا کر سکتے لیکن ان میں قومی برتری کا جو نشہ ہے تو وہ یہ بات سوچتے نہیں کہ ہم بھی تو دوسری زبانوں کے بعض الفاظ نہیں استعمال کر سکتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کے اَسْھَدُ پر دوسرے لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا تم بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہو حالانکہ جب وہ اذان دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش پر خوش ہوتا ہے اور تمہارے اَشْھَدُ سے اس کا اَسْھَدُ کہنا خدا تعالیٰ کو زیادہ پیارا لگتا ہے۔ بلال حبشی تھے اور حبشی اس زمانے میں غلام بنائے جاتے تھے بلکہ گذشتہ صدیوں میں بھی، قریب کی صدیوں میں بھی غلام بنائے گئے بلکہ آج تک بنائے جا رہے ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں سے نہیں تھے جن کے نزدیک کوئی غیر قوم مقہور و ذلیل ہوتی ہے۔ آپؐ کے نزدیک سب قومیں یکساں طور پر خدا تعالیٰ کی مخلوق تھیں۔ آپؐ کو یونانیوں اور حبشیوں سے بھی ویسا ہی پیار تھا جیسے عربوں سے۔ کوئی فرق نہیں تھا۔ عرب بھی ویسے تھے، اسی طرح پیارے تھے۔ آپؐ کو افریقی بھی اسی طرح پیارے تھے جیسے عرب پیارے تھے، جیسے یونانی پیارے تھے۔ یہی محبت تھی جس نے ان غیر قوموں کے دلوں میں آپؐ کا وہ عشق پیدا کر دیا تھا جس کو عرب کے بھی بہت سے لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ آپؐ کی اسی محبت کی وجہ سے ان لوگوں کے دلوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عشق پیدا ہو گیا تھا جس کی ان لوگوں کو جن کو فراست نہیں تھی، جن کو اس محبت کا ادراک نہیں تھا، جن کو وفا اور محبت کے اسرار و رموز کا پتہ نہیں تھا ان کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کس طرح ہو رہا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے پھر عرب قوم میں پیدا ہوئے اور عربوں سے بھی قریش کے قبیلہ میں پیدا ہوئے جو دوسری عرب قوموں کو بھی حقیر اور ذلیل سمجھتا تھا۔ سب سے اچھا قبیلہ آپؐ کا تھا۔ آپؐ کو حبشیوں سے کیا جوڑ تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قوم یا قبیلے کو محبت ہونی چاہئے تھی تو بنو ہاشم کو ہونی چاہئے تھی۔ آپؐ سے کسی کو محبت ہونی چاہئے تھی تو قریش کو ہونی چاہئے تھی یا پھر عرب کے لوگوں کو ہونی چاہئے تھی کہ وہ آپؐ کے ہم قوم تھے اس لیے ان لوگوں کو بھی آپؐ سے محبت ہونی چاہئے تھی۔ غیر قوموں کے دلوں میں جن کی حکومتوں کو آپؐ کے لشکروں نے پامال کر دیا تھا جن کی قومی سرداری کو اسلامی سلطنت نے تباہ کر کے رکھ دیا تھا محبت ہو ہی کیسے سکتی تھی۔ غیر قوموں سے جنگیں ہوئیں، ان کو شکست ہوئی اور ان کی حکومتیں ختم ہو گئیں لیکن اس کے باوجود ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک محبت پیدا ہو گئی۔ وہ کس طرح پیدا ہو سکتی تھی؟ انہیں تو آپ سے دشمنی ہونی چاہئے تھی۔ لیکن واقعات کیا ہیں۔ اس کیلئے ہم پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کی قوم کی اس محبت کا جائزہ لیتے ہیں جو اسے اپنے آقا کے ساتھ تھی۔ جب آپ پکڑے گئے یعنی حضرت مسیح علیہ السلام جب پکڑے گئے اور آپ کے خاص حواری پطرس کو جسے آپ نے اپنے بعد خلیفہ بھی مقرر کیا تھا، پولیس نے کہا کہ تم اس کے پیچھے پیچھے کیوں آرہے ہو؟ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اسکے ساتھ ہو۔ پولیس کو شک گزرا کہ تم اسکے پیچھے آرہے ہو۔ تم بھی اس کے ساتھ ہو تو ڈر گیا۔ اس نے فوراً کہا کہ میں اس کا مرید نہیں ہوں۔ میں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ نہ صرف انکار کر دیا بلکہ لعنت بھی بھیج دی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ علیہ السلام کے حواری آپؑ سے محبت ضرور کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے جو حواری تھے وہ تھے ایسے اور آپؑ سے محبت بھی کرتے تھے۔ بعد میں پطرس بھی روما میں صلیب پر لٹکایا گیا اور اس نے بڑی دلیری کے ساتھ موت کو قبول کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی محبت اور اطاعت سے انکار نہیں کیا لیکن جب حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا تو اس وقت اس کا ایمان پختہ نہیں تھا۔ اس وقت وہ دو چار تھپڑوں سے ڈر گیا مگر بعد میں اس نے صلیب کو بھی نہایت خوشی سے قبول کیا۔ بہرحال یہ ایک نظارہ تھا اس محبت کا جو مسیح علیہ السلام سے آپؑ کی قوم کو تھی۔

اب آپؑ کی قوم کے مقابلے میں ہم ان غلاموں کو دیکھتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر وہیں کے ہو کے رہ گئے۔ بلالؓ جو حبشی غلام تھے اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو محبت تھی ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا بلالؓ پر کیا اثر تھا۔ بعض لوگوں کو ظاہری طور پر اپنے محبوب سے گہری محبت ہوتی ہے لیکن حقیقتاً ان کی محبت ایک دائرے کے اندر محدود ہوتی ہے۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ سے، جس کے حبشی غلام ہونے کی وجہ سے قریش ہی نہیں بلکہ سارے عرب نفرت کا اظہار کرتے تھے، جس محبت کا اظہار کیا آیا وہ ایک عام رواداری کی روح کی وجہ سے تھا۔ یہ رواداری تھی کہ محبت کرنی ہے، اس کا دل رکھنا ہے یہ اس لیے تھا یا حقیقی محبت کا مظاہرہ تھا۔ دکھاوے کی محبت تھی یا حقیقی محبت تھی۔ اس کا جائزہ بلالؓ ہی لے سکتے ہیں ہم نہیں لے سکتے۔ اگر جائزہ لینا ہے تو پھر حضرت بلالؓ کے پاس جانا پڑے گا کیونکہ وہی صحیح جائزہ لے سکتے ہیں۔ اس واقعہ پر تیرہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہم اس کا جائزہ کیا لے سکتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ بلالؓ نے آپؐ کی محبت کے اظہار کو کیا سمجھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلالؓ سے جو حقیقی محبت تھی انہوں نے اسے کیا سمجھا؟ یہاں یہ سوال نہیں ہے کہ میں نے کیا سمجھا۔ یہاں یہ سوال نہیں ہے کہ ہم سے پہلی صدی کے لوگوں نے کیا سمجھا۔ یہاں یہ سوال نہیں کہ اس سے پہلی صدی کے لوگوں نے کیا سمجھا۔ یہاں یہ سوال بھی نہیں کہ خود صحابہ نے کیا سمجھا۔ ان باتوں کو چھوڑو کہ دوسروں نے کیا سمجھا بلکہ سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں نے، صحابہ نے بھی کیا سمجھا بلکہ دیکھنا ہم نے یہ ہے کہ بلالؓ نے کیا سمجھا اور اس کو دیکھنے کیلئے ایک چھوٹا سا یہ فقرہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تم اَسْھَدُ کہنے پر ہنستے ہو۔ آپؐ نے لوگوں کو کہا حالانکہ اسکی اذان سن کر خدا تعالیٰ بھی عرش پر خوش ہوتا ہے۔ وہ تمہارے اَشْھَدُ سے اس کے اَسْھَدُ کی زیادہ قدر کرتا ہے۔ یہ صرف دلجوئی اور دفع الوقتی کیلئے تھا یا گہری محبت کی بنا پر تھا یا وقتی طور پر اس بات کو ٹالنے کیلئے آپؐ نے کوئی بات کی تھی یا یہ گہری محبت کی بنا پر بات کی تھی۔ یہی چھوٹا سا فقرہ جو آپؐ نے کہا تھا کہ اَشْھَدُ سے زیادہ اللہ کو اَسْھَدُ پسند ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس فقرے سے بلالؓ نے کیا سمجھا۔ بلالؓ نے اس فقرے سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپؐ کے دل میں خواہ میں غیر قوم کا ہوں اور ایسی قوم کا ہوں جو انسانیت کے دائرے سے باہر سمجھی جاتی ہے اور غلام بنائی جاتی ہے محبت اور عشق ہے۔ بلالؓ نے یہ سمجھا کہ غیر قوم کا ہونے کے باوجود اور ایسی قوم کا ہونے کے باوجود جس کو غلام بنایا جاتا ہے مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کی اور عشق کیا۔

ہم اس واقعہ سے کچھ عرصہ پیچھے جاتے ہیں یہی شخص جو کہتا ہے کہ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ میری موت بھی اللہ کیلئے ہے جو ربّ العالمین ہے، فوت ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ نئی حکومتیں بن جاتی ہیں۔ نئے افراد آجاتے ہیں اور نئے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ زمانہ گزر گیا۔ نئی حکومتیں بھی آگئیں۔ بہت ساری تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔ بعض صحابہ عرب سے سینکڑوں میل باہر نکل جاتے ہیں، انہی صحابہ میں بلالؓ بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سب تبدیلیاں جو آئیں تو وہ شام چلے جاتے ہیں اور دمشق جا پہنچتے ہیں۔ ایک دن کچھ لوگ اکٹھے ہوئے۔ حضرت بلالؓ دمشق میں تھے۔ وہاں لوگ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بلالؓ اذان دیا کرتا تھا ہم چاہتے ہیں کہ بلالؓ پھر اذان دے۔ انہوں نے بلالؓ سے کہا۔ حضرت بلالؓ نے انکار کر دیا کہ نہیں مَیں اب اذان نہیں دے سکتا۔ بلالؓ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مَیں اذان نہیں دوں گا کیونکہ جب بھی میں اذان دینے کا ارادہ کرتا ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک میرے سامنے آجاتا ہے، میری جذباتی کیفیت ہو جاتی ہے اس لیے میں اذان نہیں دے سکتا۔ میری برداشت سے یہ بات باہر ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ بھی ان دنوں دمشق میں آئے ہوئے تھے اتفاق سے ان کا بھی دورہ تھا۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آپؓ بلالؓ سے کہیے کہ اذان دے۔ ہم میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ہمارے کان ترس رہے ہیں کہ ہم بلالؓ کی اذان سنیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ ہمارے تصورات میں حضرت بلالؓ کی اذانیں آتی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ حقیقت میں بھی ایک دفعہ بلالؓ کی اذان سنیں اور وہ زمانہ ہمارے سامنے ذرا اچھی طرح گھوم جائے۔ ہم میں وہ بھی ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں دیکھا صرف باتیں سنی ہیں۔ ایسے لوگ بھی وہاں موجود تھے ان کے دل خواہش رکھتے ہیں کہ اس شخص کی اذان سن لیں جس کی اذان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنا کرتے تھے اور آپؐ کو پسند بھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے بلالؓ کو بلایا اور فرمایا لوگوں کی خواہش ہے کہ آپؓ اذان دیں۔ آپؓ نے فرمایا آپؓ خلیفہ وقت ہیں آپ کی خواہش ہے تو میں اذان دے دیتا ہوں لیکن یہ بتا دوں مَیں کہ میرا دل برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت بلالؓ کھڑے ہو جاتے ہیں اور بلند آواز سے اسی رنگ میں اذان دیتے ہیں جس رنگ میں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دیا کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو یاد کر کے آپ کے صحابہ جو عرب کے باشندے تھے یہ اذان سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور بعض کی چیخیں بھی نکل گئیں۔ حضرت بلالؓ اذان دیتے چلے جاتے ہیں اور سننے والوں کے دلوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو یاد کر کے رقت طاری ہو جاتی ہے لیکن حضرت بلالؓ جو حبشی تھے، جن سے عربوں نے خدمتیں لیں، جنہیں عربوں سے کوئی خونی رشتہ نہیں تھا اور نہ بھائی چارے کا تعلق تھا ہم نے دیکھنا ہے کہ خود ان کے دل پر کیا اثر ہوا۔ یہ تو اثر ہوا ناں ان عربوں کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے تھے، ان کو زمانہ یاد آگیا۔ جو اس زمانے کے عرب نہیں تھے ان کو بھی وہ باتیں یاد آگئیں، رقت طاری ہو گئی یا

ارشادِ باری تعالیٰ

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ۫ وَاتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ (سورۃ البقرۃ 198:)

ترجمہ: اور نیکی (کا) جو (کام) بھی تم کرو گے اللہ (ضرور) اس (کی قدر) کو پہچان لے گا اور زادِ راہ (ساتھ) لو۔ اور (یاد رکھو کہ) بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے اور اے عقلمندو! میرا تقویٰ اختیار کرو۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

ایک دوسرے کو دیکھ کے رقت طاری ہوئی لیکن حضرت بلالؓ تو جو عرب بھی نہیں تھے غلام بھی تھے ان کو اس اذان کا کیا اثر ہوا۔ کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ جب اذان ختم کرتے ہیں تو بیہوش ہو جاتے ہیں۔ یہ اثر ہوتا ہے اور چند منٹ بعد فوت ہو جاتے ہیں۔ یہ گواہی تھی غیر قوموں کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعویٰ پر کہ میرے نزدیک عرب اور غیر عرب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ محبت اور یہ عشق سب سے بڑی گواہی ہے جو غیر عرب قوموں نے آپؐ کیلئے دکھایا۔ یہ ہے وہ سچی گواہی، عملی گواہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ عرب اور غیر عرب میں کوئی فرق نہیں تو یہ ہے اس کا اظہار۔ یہ گواہی تھی غیر قوموں کی جنہوں نے آپؐ کی محبت بھری آواز کو سنا اور اس کا اثر جو انہوں نے دیکھا اس نے اسے یقین کروادیا کہ ان کی اپنی قوم ان سے وہ محبت نہیں کرسکتی جو محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کرتے تھے۔

(ماخوذ از خطبات محمود، جلد 30، صفحہ 263 تا 267، خطبہ جمعہ فرمودہ 26/اگست 1949ء)

یہ تھے ہمارے سیدنا بلالؓ جنہوں نے اپنے آقا و مطاعؐ سے عشق و وفا کے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے دل میں بٹھانے اور پھر اس کے عملی اظہار کے وہ نمونے قائم کیے جو ہمارے لیے اسوہ ہیں، ہمارے لیے پاک نمونہ ہیں۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اپنے اس غلام سے محبت و شفقت کی وہ داستانیں ہیں جن کی نظیر ہمیں دنیا میں کہیں اَور نظر نہیں آسکتی اور یہی وہ چیز ہے جو آج بھی محبت اور پیار کی فضاؤں کو پیدا کرسکتی ہے، بھائی چارے کو پیدا کرسکتی ہے اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ سکتی ہے۔ پس آج بھی ہماری نجات اسی میں ہے کہ توحید کے قیام اور عشقِ رسولِ عربیؐ کے ان نمونوں پر قائم ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ حضرت بلالؓ کا ذکر آج یہاں ختم ہوتا ہے۔

اس وقت مَیں چند وفات یافتگان کا بھی ذکر کروں گا۔ ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ ان میں سے پہلا ذکر مولانا طالب یعقوب صاحب ابن محترم طیب یعقوب صاحب مبلغ سلسلہ ٹرینی ڈاڈ اینڈ ٹوباگو کا ہے۔ انکی 8 ستمبر کو تریسٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ بچپن سے ہی ان کی طبیعت مذہب کی طرف مائل تھی۔ یہ ٹرینی ڈاڈ کے رہنے والے تھے۔ چھوٹی عمر سے ہی پنجگانہ نماز، تلاوتِ قرآن اور اسلامی کتب کے مطالعہ کے شوقین تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ان کو برٹش انشورنس میں ملازمت مل گئی لیکن او لیول کرنے کے بعد تیرہ جنوری 1979ء کو آپ نے زندگی وقف کی اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے 1989ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ 1987ء میں آپ کی شادی مکرمہ ساجدہ شاہین صاحبہ بنت مرزا منور احمد صاحب درویش اور سابق نائب ناظر اعلیٰ قادیان سے ہوئی۔ ان کی اہلیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت بھائی مرزا برکت علی صاحبؓ کی پوتی ہیں۔ جامعہ سے فراغت کے بعد ان کی پہلی تقرری زائر (افریقہ) میں ہوئی۔ وہاں 1989ء سے 1992ء تک تقریباً تین سال خدمت کی توفیق پائی۔ پھر گیانا جماعت میں 1993ء سے 1997ء تک مشنری کے طور پر خدمت کا موقع ملا۔ پھر وہاں سے آپ کا تقرر گھانا کی دو مختلف جگہوں کوفوارِیڈوا (Koforidua) اور کماسی ریجن میں ہوا۔ 1997ء سے 2004ء تک وہاں خدمت کی توفیق پائی۔ یہاں آپ شدید بیمار ہو گئے اور صحت یاب ہونے پر آپ کا تقرر ٹرینی ڈاڈ میں ہوا جہاں آپ فری پورٹ کی جماعت میں آخر دم تک خدمت بجالاتے رہے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں نہایت اخلاص کے ساتھ خدمت کرنے کے علاوہ اپنے علم اور تجربے سے اسلامی تعلیم لوگوں میں بانٹتے رہے۔ جہاں بھی گئے جماعت کے ہر فرد کے ساتھ آپ کا ذاتی رابطہ ہوتا تھا۔ جماعتی افراد ان سے خاص محبت کا تعلق رکھتے تھے اور یہ ان سے محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ گذشتہ کئی سال سے ان کو گردے کی تکلیف تھی۔ ڈائیلیسز (dialysis) کی وجہ سے ہفتے میں تین مرتبہ ٹریٹمنٹ (treatment) کیلئے ہسپتال جانا پڑتا تھا لیکن آپ نے جماعتی پروگراموں میں کوئی روک نہیں آنے دی۔ نہایت متقی تھے، عاجز تھے، منکسر المزاج تھے، نرم خو تھے، صابر تھے، اطاعت گزار تھے، حلیم طبع شخصیت کے مالک تھے، ہر ایک کو ہمیشہ مسکراتے ہوئے ملتے۔ نمازوں کے علاوہ باقاعدگی سے نماز تہجد، قرآن کریم کی تلاوت، رات سونے سے پہلے آٹھ رکعت نفل پڑھنا آپ کا معمول تھا۔ جماعتی روایات کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ اپنی فیملی کو بھی ان سب نیکیوں کی تلقین کرتے تھے۔ اپنے خاندان میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا ناصر یعقوب اور دو بیٹیاں امینہ یعقوب اور عدیلہ یعقوب شامل ہیں۔ آپ کے دو بھائی بھی ہیں۔ تین بہنیں ہیں۔ کچھ بھائی بہنیں وہاں ٹرینی ڈاڈ میں ہیں کچھ آسٹریلیا میں ہیں۔ ان کی ایک بھابھی ہیلن یعقوب ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ مَیں نے تیس سال قبل بیعت کی تھی اور مولانا صاحب ٹرینی ڈاڈ تشریف لائے تو مجھے ہر وقت بڑے پیار سے دین کی نئی نئی باتیں سکھاتے اور اسکی وجہ سے میرا دین سیکھنے کا جذبہ زیادہ پیدا ہوا۔ اس پہ بہت خوش ہوتے تھے اور طالب یعقوب صاحب کے اس رویہ کی وجہ ہی ہے میرے بیٹے طیب یعقوب نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مربی بننے کی نیت کی ہے اور اب جامعہ احمدیہ کینیڈا کے دوسرے سال میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ پھر وہاں ایک احمدی ڈاکٹر تھیں جب یہ بیمار تھے۔ وہ کہتی ہیں کہ بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اور ہر ڈاکٹر اور نرس جنہوں نے ان کا علاج کیا وہ ان کے اخلاق سے بڑا متاثر تھا۔ مریض تھے اور کہیں بیٹھے ہوتے اگر ہسپتال میں کم جگہ ہے اور کوئی آ گیا ہے تو خود کھڑے ہو جاتے اور دوسروں کو جگہ دیتے۔ مریضوں کیلئے بھی، ڈاکٹروں کیلئے بھی ایک نمونہ تھے۔ لوگوں کیلئے بھی ایک نمونہ تھے۔ مشنری انچارج صاحب ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو لکھتے ہیں کہ حقیقی رنگ میں ایک مربی اور مبلغ کی خصوصیات اور خصائل کو اپنائے ہوئے تھے۔ خلافت کی اطاعت میں آپ ہمیشہ آگے آگے رہتے تھے۔ اپنے نگرانوں کی ہر بات مانتے اور جو کام آپ کے سپرد کیا جاتا اسے بھرپور طور پر سرانجام دینے کی پوری کوشش کرتے۔ آپ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت اور نماز تہجد کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے۔

قاصد وڑائچ صاحب وہاں ٹرینی ڈاڈ کے مربی سلسلہ ہیں۔ یہ کہتے ہیں میری پوسٹنگ ٹرینی ڈاڈ ہوئی تو اس وقت مولانا صاحب کی صحت کمزور تھی اور عمر بھی بڑی تھی۔ یہ نوجوان ہیں ابھی دو تین سال پہلے کینیڈا جامعہ سے فارغ ہو کے گئے ہیں۔ تو کہتے ہیں کچھ دن ہی ہوئے تھے کہ مولانا صاحب پچاس منٹ کا سفر طے کر کے اپنی اہلیہ اور بیٹے کے ساتھ مجھے ملنے کیلئے تشریف لائے اور بڑی شفقت کا سلوک فرمایا اور پھر ہر دوسرے دن، تیسرے دن میسج (message) کر کے یا کال کر کے حال معلوم کر لیا کرتے کہ نئے نئے آئے ہو تمہاری ضروریات بھی ہوں گی۔ اور پھر نصیحتیں بھی کرتے ہوں گے، سمجھاتے بھی ہوں گے۔ ہر بڑے چھوٹے سے پیار اور محبت سے پیش آتے تھے۔ ہمیشہ خلافت سے تعلق رکھنے کی تلقین کرتے اور خلیفہ وقت کیلئے دعا کرنے کی تلقین کرتے۔ ان کی بیٹی نے بھی لکھا ہے کہ مجھے ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ امتحانوں سے پہلے بھی اور ہمیشہ ہر کام کیلئے خلیفہ وقت کو لکھو، دعا کیلئے کہو۔ وہاں ایک احمدی منیر ابراہیم ہیں کہتے ہیں کہ جب ہم تبلیغ کیلئے کسی جگہ جاتے تو مولانا ہمیشہ حاضر ہوتے تھے اور پھر تبلیغ کیلئے علاقے بانٹ لیتے تھے۔ کسی کو کہتے تھے کہ تم شمال میں جاؤ مَیں جنوب میں جاتا ہوں تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں میں احمدیت کا پیغام پہنچے۔ اور ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ ان کے ساتھ کام کرنے والے اَور نوجوان مربیان بھی ہیں اور دوسرے لوگ بھی، انہوں نے بھی یہی بتایا ہے کہ جماعت کی ترقی کیلئے اور تبلیغ کیلئے چھوٹا سا کام بھی کوئی کرتا تو بہت خوش ہوتے اور اس کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے۔ اور یہ تو ہر ایک نے لکھا ہے کہ ہر وقت مسکراتے رہتے تھے۔ صلح جُو تھے۔ زمانہ طالب علمی میں بھی اگر دوستوں میں کوئی ناراضگی ہو جاتی تو ہمیشہ صلح کرواتے اور یہ کہتے کہ احمدی ہیں اور کسی بھائی کیلئے دل میں رنجش نہیں ہونی چاہیے۔ میں نے بھی ہمیشہ انہیں مسکراتے دیکھا ہے۔ خلافت سے بھی بے انتہا وفا کا تعلق تھا اور جیسا کہ میں نے بتایا ان کے بچے بھی یہی بتاتے ہیں کہ ہمیں بھی یہی کہتے تھے خلافت سے تعلق رکھو اور خط لکھتے رہا کرو۔

ایک نومبائع ناریش صاحب کہتے ہیں کہ مَیں مختلف غیر احمدی مسجدوں میں جا کر حقیقی اسلام کی تلاش کیا کرتا تھا۔ جب میں مولانا طالب سے ملا تو اسی وقت دلیلیں سننے سے پہلے میرے ذہن پر ایک بہت اچھا اثر پڑنا شروع ہو گیا اور اسی وجہ سے پھر انہوں نے بیعت بھی کر لی۔ بہرحال طالب یعقوب صاحب نے وقف کو بھی کامل شرح صدر کے ساتھ نبھایا اور کبھی کوئی عذر نہیں کیا۔ یہی کہتے تھے کہ خلیفہ وقت جہاں بھی لگائیں کام کرنا ہے اور اگر مجھے کہیں گے کہ پاکستان میں رہو، پاکستان میں کہیں پوسٹنگ ہوتی ہے تو پھر اپنے ملک واپس نہیں جانا تو اس کیلئے بھی تیار ہوں۔ اور پھر عملی طور پر اس تیاری کیلئے پاکستان کے عرصے میں یہ پنجابی بھی سیکھنے کی کوشش کرتے رہے کہ اگر یہاں لگا دیا تو پنجابی لوگوں سے بھی واسطہ پڑ سکتا ہے تو پنجابی سیکھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند کرے۔ ان کے بیوی بچوں کی حفاظت فرمائے اور ان کو یہ نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرم انجینئر افتخار علی قریشی صاحب کا ہے جو سابق وکیل المال ثالث بھی تھے اور نائب صدر مجلس تحریک جدید بھی تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی لمبی عمر عطا فرمائی۔ 3/جون کو یہ 99 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ افتخار علی صاحب کے والد کا نام ممتاز علی قریشی صاحب تھا۔ یہ پیشے کے لحاظ سے ویٹرنری ڈاکٹر تھے۔ افتخار علی صاحب میرٹھ انڈیا میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی سیکنڈری اور ہائر ایجوکیشن میرٹھ میں ہی حاصل کی۔ پھر تھامسن انجینئرنگ کالج رُوڑکی جو اَب یونیورسٹی بن گئی ہے اس میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے 1944ء میں سول انجینئرنگ میں گریجوایشن مکمل کی۔ دورِ طالب علمی میں ہی جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ آپ کے والد اس وقت احمدی نہیں تھے تاہم افتخار قریشی صاحب نے خود حضرت مسیح موعود علیہ

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ

اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

(ترمذی، ابواب الدعوات)

طالب دعا: اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میں اپنے بندے سے اسکے اس حُسنِ ظنّ کے مطابق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔

(مسلم، کتاب التوبہ، باب فی الحض علی التوبہ)

طالب دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

السلام کی کتب کا مطالعہ کر کے تحقیق کے بعد قبول احمدیت کا شرف حاصل کیا۔آپ تک احمدیت کا پیغام آپ کے پھوپھا مختار قریشی صاحب کے ذریعے اور ان کے پھوپھا کے والد جو منشی فیاض علی صاحب تھے ان کے ذریعے سے پہنچا۔افتخار قریشی صاحب تعلیم کے سلسلہ میں زیادہ تر اپنے تایا تراب علی صاحب کے پاس رہتے تھے۔تراب علی صاحب ابھی احمدی نہیں تھے لیکن افتخار علی صاحب کے پھوپھا مختار قریشی صاحب اپنے والد کے ساتھ اکثر قصبہ سرابہ میرٹھ میں افتخار علی صاحب کے تایا کے پاس آتے رہتے تھے۔قریشی افتخار علی صاحب کو ان بزرگوں کے ذریعے احمدیت کا لٹریچر مل جاتا تھا اور دہلی کی جماعت بھی چھوٹے چھوٹے پمفلٹس شائع کرتی رہتی تھی۔ یہ پمفلٹس بھی افتخار علی صاحب کو مطالعہ کیلئے مل جاتے۔افتخار علی صاحب یہ تمام لٹریچر دورانِ سفر پڑھ لیتے اور پھر اپنے والد صاحب کو جا کر دے دیتے۔افتخار صاحب نے جب تھامسن کالج میں داخلہ لیا تو آپ کے پھوپھا مختار قریشی صاحب نے انہیں باقاعدہ تفصیلی خطوط کے ذریعہ احمدیت کا پیغام دینا شروع کر دیا۔افتخار علی صاحب بھی ان کا تفصیلی جواب دیتے۔اس زمانے میں بھی آپ کو تہجد پڑھنے اور خوب دعائیں کرنے کا موقع ملا لیکن دل میں بے چینی اور گھبراہٹ تھی۔اس کیفیت کا اظہار انہوں نے ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے کیا اور کچھ سوال پوچھے۔حضور نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ کے سوال مختصر ہیں مگر جامع ہیں۔ان کا جواب خط کی شکل میں دینا مشکل ہے۔آپ میری فلاں کتاب کا مطالعہ کر لیں۔افتخار علی صاحب نے یہ کتاب اپنے پھوپھا مختار صاحب سے حاصل کی۔مطالعہ شروع کیا اور جوں جوں آپ کتاب پڑھتے گئے آپ کو سوالوں کے جواب ملتے گئے۔چنانچہ نومبر 1941ء میں آپ نے بذریعہ خط تحریری بیعت کر لی۔1942ء میں قادیان جلسے پر تشریف لائے اور قادیان کے ماحول کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقاریر کو بھی آپ نے بڑے غور سے سنا اور پھر وہاں بیعت کی اور اس طرح پھر ان کو دستی بیعت کی بھی توفیق ملی۔ ہر سال جلسہ سالانہ قادیان پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملاقات کا موقع بھی ملتا۔جو سوال ان کے ذہن میں ہوتے ان کو حضور کی خدمت میں رکھتے، جواب حاصل کرتے۔ ایمان اور ایقان سے جھولیاں بھر کے واپس لوٹتے۔آپ نے انڈیا میں ہی گورنمنٹ سروس شروع کر دی تھی۔قیام پاکستان تک آپ وہاں کام کرتے رہے۔1951ء میں ہجرت کی۔پھر پاکستان میں محکمہ آبپاشی اور توانائی میں ملازمت کی۔گورنمنٹ سروس کے دوران کئی شہروں میں ٹرانسفر ہوئے۔ بڑی دیانتداری سے انہوں نے کام کیا۔ جونیئر انجینئر سے ترقی کرتے ہوئے آپ چیف انجینئر بن گئے بلکہ ایک موقعے پر کچھ عرصہ آپ کو گورنمنٹ پنجاب کا سیکرٹری آبپاشی اور توانائی کا بھی بنایا گیا۔آپ نے سیکرٹری تک ترقی کی۔ بہت باعزت اور قابل عہدوں پر اپنے وطن پاکستان کی خدمت کرنے کی آپ کو توفیق ملی۔ 1983ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔اس کے بعد انہوں نے وقف بھی کیا لیکن اس سے پہلے 1980ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دورہ سپین مکمل فرمانے پر واپس ربوہ تشریف لا کر انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدیہ آرکیٹکس اینڈ انجینئرز (IAAAE) کا قیام کیا تو افتخار علی قریشی صاحب کو اس کا پہلا چیئرمین مقرر فرمایا۔اس وقت یہ چیف انجینئر کے عہدے پر تھے۔پھر بعد میں ریٹائر ہو گئے اور ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے اپنی زندگی وقف کرنے کیلئے پیش کی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے وقف قبول فرمایا اور 1983ء میں ان کو وکیل المال ثالث تحریک جدید کی ذمہ داری عطا ہوئی۔اور 1980ء میں جب مقرر کیا تھا تو پہلے نامزدگی تھی۔پھر باقاعدہ آپ منتخب ہوتے رہے اور اس کے بعد تقریباً پچیس سال تک مسلسل آپ اس ایسوسی ایشن کے صدر، مرکزی چیئرمین رہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں بھی ان کو کافی کام کی توفیق ملی۔ بیوت الحمد کوارٹرز کی تعمیر، جماعتی بلڈنگز ربوہ میں بنانے کا موقع ملا۔ادارہ تعمیرات کے نگران بھی آپ تھے۔پھر جو مختلف پراجیکٹس فضل عمر ہسپتال، جامعہ احمدیہ، خلافت لائبریری وغیرہ ان کے (IAAE کے) چیئرمین بنائے گئے اسی طرح ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ 2007ء میں ان کو مَیں نے نائب صدر مجلس تحریک جدید مقرر کیا۔بڑی ایمانداری، لگن اور محنت سے خدمت کرنے والے تھے۔چار خلفاء کا زمانہ انہوں نے دیکھا اور ہمیشہ ہر جگہ یہ اطاعت اور محبت کرنے والے پائے گئے۔خاموش طبع تھے۔ ہمیشہ کام سے کام رکھتے تھے۔ بطور واقف زندگی بھی ان کو سینتیس سال خدمت کی توفیق ملی۔ بڑے بے نفس ہو کے کام کرنے والے تھے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور تین بیٹیاں انہیں عطا فرمائیں۔ ایک بیٹا آرکیٹکٹ ہے اور ایک بیٹی لیڈی ڈاکٹر ہے۔اللہ تعالیٰ ان سے بھی رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرا جنازہ رضیہ سلطانہ صاحبہ کا ہے جو حکیم مولوی خورشید احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔81 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔مرحومہ شیخ اللہ بخش صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔جوانی کی عمر سے ہی نماز روزے کی سختی سے پابند تھیں۔ساری زندگی سادگی اور عاجزی سے گزاری۔بہت مہمان نواز تھیں۔آپ کے میاں محترم حکیم مولوی خورشید احمد صاحب صدر عمومی کی حیثیت سے خدمت بجالا رہے تھے۔اس دوران آپ کے گھر اجلاسات، میٹنگز وغیرہ ہوتی تھیں تو ان لوگوں کی مہمان نوازی کیا کرتی تھیں۔مکرم مولوی صاحب کو 1984ء میں اڑھائی سال تک اسیر راہِ مولیٰ رہنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ وقت بھی آپ نے اپنے خاوند کے پیچھے انتہائی صبر اور ہمت سے گزارا اور نہ صرف یہ بلکہ روزانہ کئی افراد کا کھانا تیار کر کے جیل بھجوایا کرتی تھیں اور بڑی خاموشی سے نیکی کے کام کیا کرتی تھیں۔کئی غریب بچیوں کی شادیاں کیں۔کئی غریب بچیوں کی پرورش کی۔ اپنے پرائے سب اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ بہت پیار کرنے والی شخصیت تھیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔پسماندگان میں ان کی ایک بیٹی شامل ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم محمد طاہر احمد صاحب ابن محمد منصور احمد صاحب نائب ناظر بیت المال قادیان کا ہے۔ یہ 28/مئی کو بعارضہ جگر کینسر ستاون سال کی عمر میں نور ہسپتال قادیان میں وفات پا گئے تھے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔مرحوم حیدر آباد کے رہنے والے تھے۔جامعہ احمدیہ قادیان سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ستمبر 1989ء سے تادم آخر مئی 2020ء اکتیس سال تک مختلف اداروں میں خدمت بجالاتے رہے۔تمام عرصہ شعبہ مال میں خدمت کا موقع ملتا رہا۔ بیت المال آمد میں سات سال، نظامت مال وقف جدید میں نو سال انسپکٹر بیت المال اور پھر نائب ناظم مال وقف جدید تین سال، ناظم مال وقف جدید آٹھ سال اور نائب ناظر بیت المال دو سال خدمت کی توفیق ملی۔نہایت مخلص، سادہ مزاج، ملنسار، ہمدردی کا جذبہ رکھنے والے خادم سلسلہ تھے۔ ہندوستان کے طول وعرض میں دورے کیے اور مالی نظام سے لوگوں کو آگاہی دی اور ان کو شامل کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان دوروں کی وجہ سے، ان کی کوششوں کی وجہ سے وقف جدید کے مالی بجٹ میں بھی بہت اضافہ ہوا۔مرحوم موصی تھے۔پسماندگان میں ضعیف والدین کے علاوہ اہلیہ اور دو بیٹے شامل ہیں۔مرحوم مولانا محمد کریم شاہد صاحب صدر قضاء بورڈ قادیان کے بڑے داماد تھے اور انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کے ماموں زاد بھائی تھے۔ان کے ایک بھائی قادیان میں مربی سلسلہ ہیں۔اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔بچوں کی حفاظت فرمائے۔

اگلا جنازہ عزیزم عقیل احمد ابن مرزا خلیل احمد بیگ صاحب استاد انٹرنیشنل جامعہ گھانا کا ہے۔عقیل احمد پاکستان گیا ہوا تھا جہاں اسے yolk sac tumor تشخیص ہوا اور مختصر علالت کے بعد تیرہ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔بچپن سے ہی باجماعت نماز کا پابند، اپنے سے چھوٹے بچوں کا خیال رکھنے والا بہت نیک اور فرمانبردار بچہ تھا۔مدرسۃ الحفظ گھانا سے چھ پارے حفظ کرنے کی بھی توفیق پائی۔ان کے پسماندگان میں والدین کے علاوہ دو بہنیں عزیزہ عدیلہ اور عزیزہ شکیلہ شامل ہیں۔ دونوں بچیاں واقفہ نو ہیں۔ان کے والد مرزا خلیل بیگ انٹرنیشنل جامعہ احمدیہ گھانا میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔جامعہ کے ایک اَور استاد نصیر اللہ صاحب گھانا سے لکھتے ہیں کہ عقیل احمد بہت ہی پیاری اور ہر دلعزیز شخصیت کا مالک تھا۔اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ بہت ہی معصوم اور فرمانبردار بچہ تھا۔نماز باجماعت کا عادی اور قرآن کریم سے بے انتہا لگاؤ تھا۔اپنی روٹین کی پڑھائی کے علاوہ گذشتہ سالوں سے قرآن کریم بھی حفظ کر رہا تھا اور روزانہ نماز مغرب کے بعد کھانا کھا کر مسجد چلا جاتا اور اپنا سبق دہراتا رہتا تھا اور سکول کا کام کرنے کے بعد ہمیشہ قرآن شریف کا کچھ حصہ حفظ کر کے پھر سویا کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ مَیں بڑا ہو کے مربی سلسلہ بن کر جماعت کی خدمت کروں گا۔اللہ تعالیٰ اس کے بھی درجات بلند فرمائے۔ماں باپ اور بہنوں کو صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج کل یہاں جنازے حاضر تو آتے نہیں۔ بہت سارے لوگ جنازہ پڑھانے کی درخواست کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے جنازے نہ جمعے پر پڑھائے جا سکتے ہیں کیونکہ ان کیلئے وقت چاہیے۔صرف نام ہی پڑھنے شروع ہوں تو کافی وقت لگ جاتا ہے اس لیے عمومی طور پر چند لوگوں کے تو مَیں جنازے پڑھا دیتا ہوں۔ باقیوں کی درخواستیں آ جاتی ہیں لیکن ان کو مَیں اسی طرح بغیر نام بولے ہی بتا دوں کہ جو بھی جنازے یہاں پڑھاتا ہوں ان میں وہ شامل ہو جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور جن لوگوں نے درخواستیں دی ہوئی ہیں کہ جنازے پڑھائے جائیں، اللہ تعالیٰ ان کو، لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بہرحال جمعے کے بعد یہ تمام جنازہ غائب مَیں پڑھاؤں گا۔ان شاء اللہ۔

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

”عہدیدار افراد جماعت کی عزت نفس کا خیال رکھیں اور
افراد جماعت عہدیداروں کی عزت کریں، ان کے وقار کا خیال رکھیں،
پھر آپس میں عہدیدار ایک دوسرے کی عزّت اور احترام کریں۔“
(مشعل راہ جلد پنجم، حصہ سوم، صفحہ 78)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

”ہر بھائی دوسرے بھائی کی عزت کا خیال رکھے،
ہر بہن دوسری بہن کی عزت کا خیال رکھے،
اپنے بچوں کے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے احترام پیدا کریں۔“
(مشعل راہ، جلد پنجم، حصہ سوم، صفحہ 78)

طالب دعا: ناصر احمد ایم.بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم.اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

نبیوں کا سردار ﷺ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

قریش کے تجارتی قافلہ کی آمد اور غزوہ بدر

ہجرت کے تیرھویں مہینے میں شام سے ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں آرہا تھا کہ اُس کی حفاظت کے بہانہ سے مکہ والوں نے ایک زبردست لشکر مدینہ کی طرف لے جانے کا فیصلہ کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اِس کی اطلاع مل گئی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی ہوئی۔ اب وقت آگیا ہے کہ دشمن کے ظلم کا اُس کے اپنے ہتھیار کے ساتھ جواب دیا جائے۔ چنانچہ آپ مدینہ کے چند ساتھیوں کو لے کر نکلے۔ جب آپ مدینہ سے نکلے ہیں اُس وقت تک یہ ظاہر نہ تھا کہ آیا مقابلہ قافلہ والوں سے ہوگا یا اصل لشکر سے، اِس لئے تین سَو آدمی آپؐ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔

یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ قافلہ سے مراد مال سے لدے ہوئے اُونٹ تھے بلکہ مکہ والے اِن قافلوں کے ساتھ ایک مضبوط فوجی جتھہ بھجوایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اِن قافلوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کو مرعوب بھی کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اِس قافلہ سے پہلے دو قافلوں کا ذکر تاریخ میں آتا ہے کہ اُن میں سے ایک کی حفاظت پر دوسَو سپاہی مقرر تھا اور دوسرے کی حفاظت پر تین سَو سپاہی مقرر تھا۔ پس اِن حالات میں مسیحی مصنفوں کا یہ لکھنا کہ تین سَو سپاہی لے کر آپ مکہ کے ایک نہتے قافلہ کو لوٹنے کیلئے نکلے تھے محض دھوکا دہی کیلئے ہے۔ یہ قافلہ چونکہ بہت بڑا تھا اِس لئے پہلے قافلوں کے حفاظتی دستوں کی تعداد کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھنا چاہئے کہ اُس کے ساتھ چار پانچ سَو سوار ضرور موجود ہوگا۔ اتنے بڑے حفاظتی دستہ کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے اگر اِسلامی لشکر جو صرف تین سَو آدمیوں پر مشتمل تھا اور جن کے پاس پورا ساز وسامان بھی نہ تھا نکلا تو اُسے لوٹ کا نام دینا محض تعصب، ضد اور بے انصافی ہی کہلا سکتا ہے۔ اگر صرف اس قافلہ کا سوال ہوتا تب بھی اُس سے لڑائی جنگ ہی کہلاتی اور جنگ بھی مدافعانہ جنگ کیونکہ مدینہ کا لشکر کمزور تھا اور صرف اِسی فتنہ کو دور کرنے کیلئے نکلا تھا جس کی اِردگرد کے قبائل کو شرارت پر اُکسا کر مکہ کے قافلے بنیاد رکھ رہے تھے۔ مگر جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ الٰہی منشاء بھی تھا کہ قافلہ سے نہیں بلکہ اصل مکی لشکر سے مقابلہ ہو اور صرف مسلمانوں کے اخلاص اور اُن کے ایمان کو ظاہر کرنے کیلئے پہلے سے اِس امر کا اظہار نہ کیا گیا۔ جب مسلمان بغیر پوری تیاری کے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے تو کچھ دور جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ پر ظاہر کیا کہ الٰہی منشاء یہی ہے کہ مکہ کے اصل لشکر سے مقابلہ ہو۔ لشکر کے متعلق مکہ سے جو خبریں آچکی تھیں اُن سے معلوم ہوتا تھا کہ لشکر کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے اور پھر وہ سب کے سب تجربہ کار سپاہی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آنے والے لوگ صرف 313 تھے اور اُن میں سے بھی بہت سے ایسے تھے جو لڑائی کے فن سے ناواقف تھے۔ پھر سامانِ جنگ بھی اُن کے پاس پورا نہ تھا۔ اکثر یا تو پیدل تھے یا اُونٹوں پر سوار تھے۔ گھوڑا صرف ایک تھا۔ اِس چھوٹے سے لشکر کے ساتھ جو بے سر وسامان بھی تھا ایک تجربہ کار دشمن کا مقابلہ جو تعداد میں اُن سے تگنے سے بھی زیادہ تھا نہایت ہی خطرناک بات تھی اس لئے آپ نے نہ چاہا کہ کوئی شخص اُس کی مرضی کے خلاف جنگ پر مجبور کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ سوال پیش کیا کہ اب قافلہ کا کوئی سوال نہیں صرف فوج ہی کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ وہ اِس بارہ میں آپ کو مشورہ دیں۔ ایک کے بعد دوسرا مہاجر کھڑا ہوا اور اُس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللہ! اگر دشمن ہمارے گھروں پر چڑھ کر آیا ہے تو ہم اُس سے ڈرتے نہیں ہم اُس کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ہر ایک کا جواب سن کر آپ یہی فرماتے چلے جاتے مجھے اور مشورہ دو مجھے اور مشورہ دو۔ مدینہ کے لوگ اُس وقت تک خاموش تھے اِس لئے کہ حملہ آور فوج مہاجرین کی رشتہ دار تھی۔ وہ ڈرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ اُن کی بات سے مہاجرین کا دل دُکھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا مجھے مشورہ دو تو ایک انصاری سردار کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللہ! مشورہ تو آپ کو مل رہا ہے مگر پھر بھی جو آپ بار بار مشورہ طلب فرما رہے ہیں تو شاید آپ کی مراد ہم باشندگانِ مدینہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں! اُس سردار نے جواب میں کہا یَا رَسُوْلَ اللہ! آپ اس لئے ہمارا مشورہ طلب کر رہے ہیں کہ آپ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے ہمارے اور آپ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا اور وہ یہ تھا کہ اگر مدینہ میں آپ پر اور مہاجرین پر کسی نے حملہ کیا تو ہم آپ کی حفاظت کریں گے لیکن اب اِس وقت آپ مدینہ سے باہر تشریف لے آئے ہیں اور شاید وہ معاہدہ اِن حالات کے ماتحت قائم نہیں رہتا۔ یَا رَسُوْلَ اللہ! جس وقت وہ معاہدہ ہوا تھا اُس وقت تک ہم پر آپ کی حقیقت پورے طور پر روشن نہیں ہوئی تھی لیکن اب جبکہ ہم پر آپ کا مرتبہ اور آپ کی شان پورے طور پر ظاہر ہو چکی ہے یَا رَسُوْلَ اللہ! اب اُس معاہدہ کا کوئی سوال نہیں۔ ہم موسیٰ کے ساتھیوں کی طرح آپ سے یہ نہیں کہیں گے اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ تو اور تیرا ربّ جاؤ اور دشمن سے جنگ کرتے پھرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، بلکہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور یَا رَسُوْلَ اللہ! دشمن جو آپ کو نقصان پہنچانے کیلئے آیا ہے وہ آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں پر سے گزرتا ہوا نہ جائے۔ یَا رَسُوْلَ اللہ! جنگ تو ایک معمولی بات ہے، یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر سمندر ہے آپ ہمیں حکم دیجئے کہ سمندر میں اپنے گھوڑے ڈال دو اور ہم بلا دریغ سمندر میں اپنے گھوڑے ڈال دیں گے۔

یہ وہ فدائیت اور اخلاص کا نمونہ تھا جس کی مثال کوئی سابق نبی پیش نہیں کر سکتا۔ موسیٰ کے ساتھیوں کا حوالہ تو اُن لوگوں نے خود ہی دے دیا تھا حضرت مسیح کے حواریوں نے دشمن کے مقابلہ میں جو نمونہ دکھایا انجیل اِس پر گواہ ہے۔ ایک نے تو چند روپوں پر اپنے اُستاد کو بیچ دیا۔ دوسرے نے اُس پر لعنت کی اور باقی دس اُس کو چھوڑ کر اِدھر سے اُدھر بھاگ گئے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے ساتھی صرف ڈیڑھ سال کی صحبت کے بعد ایمان میں اتنے پختہ ہو گئے کہ وہ اُن کے کہنے پر سمندر میں کودنے کیلئے بھی تیار تھے۔

یہ مشورہ محض اِس غرض سے تھا تا کہ جو لوگ ایمان کے کمزور ہوں اُن کو واپس جانے کی اجازت دے دی جائے لیکن جب مہاجرین وانصار نے ایک دوسرے سے بڑھ کر اخلاص اور ایمان کا نمونہ دکھایا اور دونوں فریق نے اِس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ وہ خدا کے وعدوں کے باوجود تعداد میں دشمن سے ایک تہائی ہونے کے اور باوجود سامانوں کے لحاظ سے دشمنوں سے کئی گنا کم ہونے کے بے غیرتی دکھاتے ہوئے جنگ سے پیٹھ نہیں دکھائیں گے بلکہ خدا تعالیٰ کے دین کی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں خوشی سے جان دے دیں گے تو آپ آگے بڑھے۔ جب آپ بدر کے مقام پر پہنچے تو ایک صحابی کے مشورہ سے دشمن کے قریب جا کر بدر کے چشمہ پر اِسلامی لشکر اُتار دیا گیا۔ لیکن اِس طرح گو پانی پر تو قبضہ ہو گیا مگر وہ میدان جو مسلمانوں کے حصہ میں آیا بوجہ ریتلا ہونے کے جنگی حرکات کیلئے سخت نقصان دہ ثابت ہوا اور صحابہ گھبرا گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات دعا کرتے رہے اور بار بار خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتے تھے کہ اے میرے ربّ! ساری دنیا کے پردہ پر صرف یہی لوگ تیری عبادت کرنے والے ہیں۔ اے میرے رب! اگر یہ لوگ آج اِس لڑائی میں مارے گئے تو تیرا نام لینے والا اس دنیا میں کون باقی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو سنا اور رات کو بارش ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس میدان میں وہ مسلمان تھے بوجہ ریتلا ہونے کے بارش کی وجہ سے جم گیا اور وہ میدان جو کفّار کے قبضہ میں تھا بوجہ چکنی مٹی کا ہونے کے بارش کی وجہ سے نہایت پھسلواں ہو گیا۔ شاید کفّارِ مکہ نے باوجود اُس میدان میں مسلمانوں سے پہلے پہنچ جانے کے اِس لئے اُس میدان کو چنا تھا کہ پختہ مٹی کی وجہ سے اُس میں جنگی حرکات بڑی آسانی کے ساتھ ہو سکتی تھیں اور سامنے کا ریتلا میدان اِس لئے چھوڑ دیا تھا کہ مسلمان وہاں ڈیرہ لگائیں گے اور جنگی حرکات کرتے وقت اُن کے پاؤں ریت میں دھنس دھنس جائیں گے مگر خدا تعالیٰ نے راتوں رات پانسہ پلٹ دیا۔ ریتلا میدان ایک جما ہوا پختہ میدان ہو گیا اور پختہ میدان پھسلویں زمین بن گیا۔ رات کو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی اور بتایا کہ تمہارے فلاں فلاں دشمن مارے جائیں گے اور فلاں فلاں جگہ پر مارے جائیں گے۔ چنانچہ جنگ میں ایسا ہی ہوا اور وہ دشمن اُن ہی جگہوں پر جو آپ نے بتائی تھیں مارے گئے۔ جب فوج ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہوئی اُس وقت جو اخلاص کا نمونہ صحابہؓ نے دکھایا اُس پر مندرجہ ذیل مثال سے خوب روشنی پڑتی ہے۔

اِسلامی لشکر میں جو چند تجربہ کار جرنیل تھے، اُن میں سے ایک حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی تھے جو مکہ کے سرداروں میں سے تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ آج مجھ پر بہت سی ذمہ داری عاید ہوتی ہے اور اس خیال سے میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے دائیں بائیں مدینہ کے دو نوجوان لڑکے ہیں تب میرا دل سینہ میں بیٹھ گیا اور میں نے کہا بہادر جرنیل لڑنے کیلئے اِس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ اُس کا دایاں اور بایاں پہلو مضبوط ہو، تا کہ وہ دشمن کی صفوں میں دلیری سے گھس سکے، لیکن میرے گرد مدینہ کے ناتجربہ کار لڑکے ہیں میں آج اپنے فن کا مظاہرہ کس طرح کر سکوں گا۔ ابھی یہ خیال میرے دل میں گزر رہا ہی تھا کہ میرے ایک پہلو میں کھڑے ہوئے لڑکے نے میری پسلی میں کہنی ماری۔ جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اُس نے میرے کان میں کہا چچا! ہم نے سنا ہے کہ ابوجہل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دُکھ دیا کرتا تھا، چچا! میرا دل چاہتا ہے کہ میں آج اُس کے ساتھ مقابلہ کروں آپ مجھے بتائیں وہ کون ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ابھی میں جواب دینے نہیں پایا تھا کہ میرے دوسرے پہلو میں دوسرے ساتھی نے کہنی ماری اور جب میں اُس کی طرف متوجہ ہوا تو اُس نے بھی آہستہ سے وہی سوال مجھ سے کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اُن کی اِس دلیری پر حیران رہ گیا کیونکہ باوجود تجربہ کار سپاہی ہونے کے میں بھی یہ خیال نہیں کرتا تھا کہ لشکر کے کمانڈر پر اکیلا جا کر حملہ کر سکتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں میں نے اُن کے اِس سوال پر اُنگلی اُٹھائی اور کہا وہ شخص جو سر سے پیر تک مسلح ہے اور دشمن کی صفوں کے پیچھے کھڑا ہے اور جس کے آگے دو تجربہ کار جرنیل ننگی تلواریں لئے کھڑے ہیں وہی ابوجہل ہے۔ وہ کہتے ہیں ابھی میری اُنگلی نیچے نہیں گری تھی کہ وہ دونوں لڑکے جس طرح عقاب چڑیا پر حملہ کرتا ہے اس طرح چیختے ہوئے کفّار کی صفوں میں گھس گئے۔ اُن کا یہ حملہ ایسا اچانک اور ایسا خلافِ توقع تھا کہ کسی شخص کی تلوار اُن کے خلاف نہ اُٹھ سکی اور وہ تیر کی سی تیزی کے ساتھ ابوجہل تک جا پہنچے۔ اُسکے پہرہ داروں نے اُن پر وار کئے، ایک کا وار خالی گیا اور دوسرے کے وار سے ایک نوجوان کا ہاتھ کٹ گیا۔ لیکن دونوں میں سے کسی نے کوئی پرواہ نہ کی اور صرف ابوجہل کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس پر اِس زور سے جا کر حملہ کیا کہ وہ زمین پر گر گیا اور پھر اُنہوں نے اُسے نہایت شدید زخمی کر دیا۔ مگر بوجہ تلوار چلانے کا فن نہ جاننے کے اُسے قتل نہ کر سکے۔

اِس واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ مظالم جو مکہ کے لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے رہے تھے وہ قریب سے دیکھنے والوں کو کتنے بھیانک نظر آتے تھے۔ اب بھی اِن مظالم کو تاریخ میں پڑھ کر ایک شریف آدمی کا دل دھڑکنے لگتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر مدینہ کے لوگ تو اُن لوگوں کے منہ سے ان مظالم کی داستانیں سنتے تھے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ مظالم ہوتے دیکھے۔ ایک طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اور صلح جویانہ زندگی کو دیکھتے تھے دوسری طرف مکہ والوں کے انسانیت سوز مظالم کے واقعات سنتے تھے تو اُن کے دل اِس حسرت سے بھر جاتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی صلح جوئی اور پُر عافیت مزاج کی وجہ سے ان لوگوں کا جواب نہیں دیا کاش! وہ ہمارے سامنے آجائیں تو ہم انہیں بتائیں کہ اگر اُن کے ظلموں کا جواب نہیں دیا گیا تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ مسلمان کمزور تھے بلکہ اِس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کا جواب دینے کی اجازت نہیں تھی۔ مسلمانوں کے دلوں کی کیفیت کا اندازہ اِس سے بھی ہو سکتا ہے کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے ابوجہل نے ایک بدوی سردار کو اِس بات کیلئے بھیجا کہ وہ اندازہ کرے کہ مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے۔ جب وہ واپس لوٹا تو اُس نے بتایا کہ مسلمان تین سَوا تین سَو کے قریب ہوں گے۔ اِس پر ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا اب مسلمان ہم سے بچ کر کہاں جاتے ہیں۔ مگر اُس شخص نے کہا۔ اے مکہ والو! میری نصیحت تم کو یہی ہے کہ تم اِن لوگوں سے نہ لڑو کیونکہ میں نے جتنے آدمی مسلمانوں کے دیکھے ہیں اُن کو دیکھ کر مجھ پر یہی اثر ہوا ہے کہ اُونٹوں پر آدمی سوار نہیں موتیں سوار ہیں یعنی اُن میں سے ہر شخص مرنے کیلئے اِس میدان میں آیا ہے زندہ واپس جانے کیلئے نہیں آیا۔ اور جو شخص موت کو اپنے لئے آسان کر لیتا ہے اور موت سے ملنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے اُس کا مقابلہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہوا کرتی۔

(جاری)

(نبیوں کا سردارؐ صفحہ 78 تا 85، مطبوعہ قادیان 2014ء)

......☆......☆......☆......

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(107) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی سید سرور شاہ صاحب نے کہ جن دنوں میں گورداسپور میں کرم دین کے ساتھ مقدمہ تھا اور مجسٹریٹ نے تاریخ ڈالی ہوئی تھی اور حضرت صاحب قادیان آئے ہوئے تھے حضور نے تاریخ سے دو روز پہلے مجھے گورداسپور بھیجا کہ میں جا کر وہاں بعض حوالے نکال کر تیار رکھوں کیونکہ اگلی پیشی میں حوالے پیش ہونے تھے۔ میرے ساتھ شیخ حامد علی اور عبدالرحیم نائی باورچی کو بھی حضور نے گورداسپور بھیج دیا۔ جب ہم گورداسپور مکان پر آئے تو نیچے سے ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم کو آواز دی کہ وہ نیچے آویں اور دروازہ کھولیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اس وقت مکان میں اوپر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہمارے آواز دینے پر ڈاکٹر صاحب نے بے تاب ہو کر رونا اور چلّانا شروع کر دیا۔ ہم نے کئی آوازیں دیں مگر وہ اسی طرح روتے رہے آخر تھوڑی دیر کے بعد وہ آنسو پونچھتے ہوئے نیچے آئے۔ ہم نے سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس محمد حسین منشی آیا تھا۔ مولوی صاحب کہتے تھے کہ محمد حسین مذکور گورداسپور میں کسی کچہری میں محرر یا پیشکار تھا اور سلسلہ کا سخت مخالف تھا۔ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے ملنے والوں میں سے تھا۔ خیر ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ محمد حسین منشی آیا اور اس نے مجھے کہا کہ آج کل یہاں آریوں کا جلسہ ہوا ہے۔ بعض آریے اپنے دوستوں کو بھی جلسہ میں لے گئے تھے چنانچہ اسی طرح میں بھی وہاں چلا گیا۔ جلسہ کی عام کارروائی کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ اب جلسہ کی کارروائی ہو چکی ہے اب لوگ چلے جاویں کچھ ہم نے پرائیویٹ باتیں کرنی ہیں چنانچہ سب غیر لوگ اُٹھ گئے میں بھی جانے لگا مگر میرے آریہ دوست نے کہا کہ اکٹھے چلیں گے آپ ایک طرف ہو کر بیٹھ جاویں یا باہر انتظار کریں چنانچہ میں وہاں ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا پھر ان آریوں میں سے ایک شخص اُٹھا اور مجسٹریٹ کو مرزا صاحب کا نام لے کر کہنے لگا کہ یہ شخص ہمارا سخت دشمن اور ہمارے لیڈر لیکھرام کا قاتل ہے۔ اب وہ آپ کے ہاتھ میں شکار ہے اور ساری قوم کی نظر آپ کی طرف ہے اگر آپ نے اس شکار کو ہاتھ سے جانے دیا تو آپ قوم کے دشمن ہوں گے اور اسی قسم کی جوش دلانے کی باتیں کیں۔ اس پر مجسٹریٹ نے جواب دیا کہ میرا تو پہلے سے خیال ہے کہ ہو سکے تو نہ صرف مرزا کو بلکہ اس مقدمہ میں جتنے بھی اس کے ساتھی اور گواہ ہیں سب کو جہنم میں پہنچا دوں مگر کیا کیا جاوے کہ مقدمہ ایسا ہوشیاری سے چلایا جا رہا ہے کہ کوئی ہاتھ ڈالنے کی جگہ نہیں ملتی لیکن اب میں عہد کرتا ہوں کہ خواہ کچھ ہو اس پہلی پیشی میں ہی عدالتی کارروائی عمل میں لے آؤں گا۔ مولوی صاحب کہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب بیان کرتے تھے کہ محمد حسین مجھ سے کہتا تھا کہ آپ یہ نہیں سمجھے ہوں گے کہ عدالتی کارروائی سے کیا مراد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجسٹریٹ کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ شروع یا دوران مقدمہ میں جب چاہے ملزم کو بغیر ضمانت قبول کئے گرفتار کر کے حوالات میں دے دے۔ محمد حسین نے کہا۔ ڈاکٹر صاحب آپ جانتے ہیں کہ مَیں آپ کے سلسلہ کا سخت مخالف ہوں مگر مجھ میں یہ بات ہے کہ میں کسی معزز خاندان کو ذلیل و برباد ہوتے خصوصاً ہندوؤں کے ہاتھ سے ذلیل ہوتے نہیں دیکھ سکتا اور میں جانتا ہوں کہ مرزا صاحب کا خاندان ضلع میں سب سے زیادہ معزز ہے۔ پس میں نے آپ کو یہ خبر پہنچا دی ہے کہ آپ اس کا کوئی انتظام کر لیں۔ اور میرے خیال میں دو تجویزیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ چیف کورٹ لاہور میں یہاں سے مقدمہ تبدیل کرانے کی کوشش کی جاوے اور دوسرے یہ کہ خواہ کسی طرح ہو مگر مرزا صاحب اس آئندہ پیشی میں حاضر عدالت نہ ہوں اور ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کر دیں۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا تو ہم سب بھی سخت خوف زدہ ہو گئے اور فیصلہ کیا کہ اسی وقت قادیان کوئی آدمی روانہ کر دیا جاوے جو حضرت صاحب کو یہ واقعات سناوے۔ رات ہو چکی تھی ہم نے یکہ تلاش کیا اور گو کئی یکے موجود تھے مگر مخالفت کا اتنا جوش تھا کہ کوئی یکّہ نہ ملتا تھا ہم نے چار گنے کرایہ دینا کیا مگر کوئی یکہ والا راضی نہ ہوا آخر ہم نے شیخ حامد علی اور عبدالرحیم باورچی اور ایک تیسرے شخص کو قادیان پیدل روانہ کیا۔ وہ صبح کی نماز کے وقت قادیان پہنچے اور حضرت صاحب سے مختصراً عرض کیا حضور نے بے پروائی سے فرمایا خیر ہم بٹالہ چلتے ہیں خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب لاہور سے واپس آتے ہوئے وہاں ہم کو ملیں گے ان سے ذکر کریں گے اور وہاں پتہ لگ جائے گا کہ تبدیل مقدمہ کی کوشش کا کیا نتیجہ ہوا۔ چنانچہ اسی دن حضور بٹالہ آ گئے۔ گاڑی میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ صاحب بھی مل گئے انہوں نے خبر دی کہ تبدیل مقدمہ کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ پھر حضرت صاحب گورداسپور چلے آئے اور راستہ میں خواجہ صاحب اور مولوی صاحب کو اس واقعہ کی کوئی اطلاع نہیں دی۔ جب آپ گورداسپور مکان پر پہنچے تو حسب عادت الگ کمرے میں چارپائی پر جا لیٹے مگر اس وقت ہمارے بدن کے رونگٹے کھڑے تھے کہ اب کیا ہوگا۔ حضور نے تھوڑی دیر کے بعد مجھے بلایا۔ میں گیا اس وقت حضرت صاحب نے اپنے دونوں ہاتھوں کے پنجے ملا کر اپنے سر کے نیچے دیئے ہوئے تھے اور چت لیٹے ہوئے تھے۔ میرے جانے پر ایک پہلو پر ہو کر کہنی کے بل اپنی ہتھیلی پر سر کا سہارا دے کر لیٹ گئے اور مجھ سے فرمایا میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ وہ سارا واقعہ سنوں کہ کیا ہے۔ اس وقت کمرے میں کوئی اور آدمی نہیں تھا صرف دروازے پر میاں شادی خان کھڑے تھے۔ میں نے سارا قصہ سنایا کہ کس طرح ہم نے یہاں آ کر ڈاکٹر اسماعیل خان صاحب کو روتے ہوئے پایا پھر کس طرح ڈاکٹر صاحب نے منشی محمد حسین کے آنے کا واقعہ سنایا اور پھر محمد حسین نے کیا واقعہ سنایا۔ حضور خاموشی سے سنتے رہے جب میں شکار کے لفظ پر پہنچا تو یکلخت حضرت صاحب اُٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کی آنکھیں چمک اُٹھیں اور چہرہ سُرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا میں اس کا شکار ہوں! میں شکار نہیں ہوں میں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا شیر۔ وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ ایسا کر کے تو دیکھے۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے آپ کی آواز اتنی بلند ہو گئی کہ کمرے کے باہر بھی سب لوگ چونک اُٹھے اور حیرت کے ساتھ ادھر متوجہ ہو گئے مگر کمرے کے اندر کوئی نہیں آیا۔ حضور نے کئی دفعہ خدا کے شیر کے الفاظ دہرائے اور اس وقت آپ کی آنکھیں جو ہمیشہ جھکی ہوئی اور نیم بند رہتی تھیں واقعی شیر کی آنکھوں کی طرح کھل کر شعلہ کی طرح چمکتی تھیں اور چہرہ اتنا سرخ تھا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا میں کیا کروں میں نے تو خدا کے سامنے پیش کیا ہے کہ میں تیرے دین کی خاطر اپنے ہاتھ اور پاؤں میں لوہا پہننے کو تیار ہوں مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں میں تجھے ذلت سے بچاؤں گا اور عزت کے ساتھ بری کروں گا۔ پھر آپ محبت الٰہی پر تقریر فرمانے لگ گئے اور قریباً نصف گھنٹہ تک جوش کے ساتھ بولتے رہے لیکن پھر یکلخت بولتے بولتے آپ کو اُبکائی آئی اور ساتھ ہی قے ہوئی جو خالص خون کی تھی جس میں کچھ خون جما ہوا تھا اور کچھ بہنے والا تھا۔ حضرت نے قے سے سر اُٹھا کر رومال سے اپنا منہ پونچھا اور آنکھیں بھی پونچھیں جو قے کی وجہ سے پانی لے آئی تھیں۔ مگر آپ کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ قے میں کیا نکلا ہے کیونکہ آپ نے یکلخت جھک کر قے کی اور پھر سر اُٹھا لیا۔ مگر میں اس کے دیکھنے کیلئے جھکا تو حضور نے فرمایا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور قے میں خون نکلا ہے۔ تب حضور نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور دوسرے سب لوگ کمرے میں آ گئے اور ڈاکٹر کو بلوایا گیا۔ ڈاکٹر انگریز تھا۔ وہ آیا اور قے دیکھ کر خواجہ صاحب کے ساتھ انگریزی میں باتیں کرتا رہا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس بڑھاپے کی عمر میں اس طرح خون کی قے آنا خطرناک ہے۔ پھر اس نے کہا کہ یہ آرام کیوں نہیں کرتے؟ خواجہ صاحب نے کہا آرام کس طرح کریں مجسٹریٹ صاحب قریب قریب کی پیشیاں ڈال کر تنگ کرتے ہیں حالانکہ معمولی مقدمہ ہے جو یونہی طے ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا اس وقت آرام ضروری ہے میں سرٹیفکیٹ لکھ دیتا ہوں۔ کتنے عرصہ کیلئے سرٹیفکیٹ چاہئے؟ پھر خود ہی کہنے لگا میرے خیال میں دو مہینے آرام کرنا چاہئے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ فی الحال ایک مہینہ کافی ہوگا۔ اس نے فوراً ایک مہینے کیلئے سرٹیفکیٹ لکھ دیا اور لکھا کہ اس عرصہ میں مَیں ان کو کچہری میں پیش ہونے کے قابل نہیں سمجھتا۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے واپسی کا حکم دیا۔ مگر ہم سب ڈرتے تھے کہ اب کہیں کوئی نیا مقدمہ نہ شروع ہو جاوے۔ کیونکہ دوسرے دن پیشی تھی اور حضور گورداسپور آ کر بغیر عدالت کی اجازت کے واپس جا رہے تھے مگر حضرت صاحب کے چہرہ پر بالکل اطمینان تھا چنانچہ ہم سب قادیان چلے آئے۔ بعد میں ہم نے سنا کہ مجسٹریٹ نے سرٹیفکیٹ پر بڑی جرح کی اور بہت تلملایا اور ڈاکٹر کو شہادت کیلئے بلایا مگر اس انگریز ڈاکٹر نے کہا کہ میرا سرٹیفکیٹ بالکل درست ہے اور میں اپنے فن کا ماہر ہوں اس پر میرے فن کی رو سے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا اور میرا سرٹیفکیٹ تمام اعلیٰ عدالتوں تک چلتا ہے۔ مجسٹریٹ بڑبڑاتا رہا مگر کچھ پیش نہ گئی۔ پھر اسی وقفہ میں اس کا گورداسپور سے تبادلہ ہو گیا۔ اور نیز کسی ظاہراً نامعلوم وجہ سے اس کا تنزل بھی ہو گیا یعنی وہ ای.اے.سی. سے منصف کر دیا گیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ غالباً اس مجسٹریٹ کا نام چندولال تھا اور وہ تاریخ جس پر اس موقع پر حضرت صاحب نے پیش ہونا تھا غالباً 16/فروری 1904ء تھی۔

(سیرۃ المہدی، جلد 1، مطبوعہ قادیان 2007)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

”اپنے بچوں کو مسجدوں کے ساتھ جوڑیں، انہیں دین کا علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔ انہیں قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ دلائیں۔“

(خطاب بر موقع اختتامی اجلاس مجلس انصار اللہ برطانیہ مورخہ 5 نومبر 2006)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

”زبان ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے محبتیں بھی پنپتی ہیں اور قتل و غارت بھی ہوتی ہے، اس کا صحیح استعمال بھی انتہائی ضروری ہے۔“

(مشعل راہ، جلد پنجم، حصہ سوم، صفحہ 78)

طالب دعا: عبدالرحمن خان (جماعت احمدیہ پنکال، صوبہ اُڈیشہ)

ایک ناصر کے اللہ پر ایمان کے معیار بہت اعلیٰ ہونے چاہئیں اور یہ ایمان کا اعلیٰ معیار اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اللہ کی محبت سب محبتوں پر حاوی ہو جائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ نے جب ’’نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ‘‘ کا اعلان کیا

تو سب کچھ اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین پر فدا کر دیا، یہ نمونے ہیں جو آج آپ انصار اللہ نے دکھانے ہیں

انصار اللہ کا ایک بہت بڑا کام خلافت کی حفاظت کرنا ہے

خلافت مشروط ہے عبادت گزاروں کے ساتھ اور مالی قربانی سے بھی اس کا تعلق ہے اور مکمل اطاعت اس نظام کو جاری رکھنے کیلئے نہایت اہم ہے

دعائیں کرتے ہوئے اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کرتے ہوئے

اپنے اور اپنے بیوی بچوں میں خلافت کی مکمل اطاعت کی روح قائم کرتے ہوئے اس جذبہ کو بڑھائیں

(مجلس انصار اللہ برطانیہ کے 24ویں اجتماع کے اختتامی اجلاس میں 5/نومبر 2006ء کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا نہایت اہم اور ولولہ انگیز خطاب)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد درج ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:

فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیۡسٰی مِنۡہُمُ الۡکُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَاشۡہَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ

(سورۃ آل عمران:53)

وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُہٰجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُمۡ بِاِحۡسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ وَاَعَدَّ لَہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ

(سورۃ التوبۃ:100)

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ لِلۡحَوَارِیّٖنَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ فَاٰمَنَتۡ طَّآئِفَۃٌ مِّنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَکَفَرَتۡ طَّآئِفَۃٌ ۚ فَاَیَّدۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰی عَدُوِّہِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰہِرِیۡنَ

(سورۃ الصّف:15)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ انصار کو مخاطب کرتے ہوئے اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی یا یہ وضاحت کی تھی کہ قرآنِ کریم میں انصار کا لفظ ماننے والوں کیلئے دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے متعلق اور ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کے متعلق یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ ایک بڑا اہم نکتہ ہے۔ اگر انصار اس پر غور کریں تو مجلس انصار اللہ جماعت کا ایک انتہائی فعال حصہ بن سکتی ہے۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اگر جائزہ لیں کہ ہم کس حد تک اس پر عمل کر رہے ہیں تو آپ کو خود ہی احساس ہوگا کہ ابھی بہت بڑا وسیع میدان خالی پڑا ہے۔

قرآنِ کریم میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق میں انصار کا ذکر آتا ہے وہاں ایک جگہ تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم کے آپ کی تعلیم پر انکار اور عبادتوں کی طرف توجہ پر انکار کا سن کر بڑے درد سے اعلان کرتے ہیں کہ اکثریت تو ان حکموں پر عمل کرنے اور میری بات سننے سے انکاری ہے کیا تم میں سے کوئی خوش قسمت ہے جو اللہ کا پیغام پہنچانے اور اس کے حکموں پر عمل کرنے میں میرا معاون و مددگار بن جائے۔ اس پر حواریوں نے کہا کہ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر مکمل ایمان لاتے ہوئے اطاعت اور فرمابرداری میں صفِ اوّل میں شمار ہوتے ہیں۔

پھر دوسری جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مکمل ایمان لائے اور اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ پھر اس دعویٰ کی ایک صورت اس زمانے میں پیدا ہوئی جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس زمانہ کے امام کو مان کر ہم اس کی جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ اس کی باتوں پر مکمل عمل کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح اس طرف بلایا گیا کہ دین کی اشاعت اور اسکی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کیلئے میرے مددگار بن جاؤ اور یہ کام تم اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک تمہارا ایمان مضبوط نہ ہو تو صرف اتنا کہہ کر کہ ہم نے زمانہ کے امام کو مان لیا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کی اگر بات ہو رہی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ نے صرف اتنا نہیں کہا تھا کہ ہم آپ پر ایمان لے آئے بلکہ قربانیوں کے اعلیٰ معیار بھی قائم کئے اور اس زمانہ میں بھی یہ نہیں ہوگا کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم نے امام کو مان لیا ہے تو ایمان حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مثال دے کر بتا دیا ہے کہ اعراب کہتے ہیں، دیہاتوں کے رہنے والے کہتے ہیں کہ اٰمَنَّا ہم ایمان لے آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو بتا دے کہ یہ ابھی تمہارا دعویٰ ہے کہ تم ایمان لے آئے، تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ اَسۡلَمۡنَا کہ ہم نے فرمانبرداری قبول کر لی ہے۔ پس یہ اَسۡلَمۡنَا کی حالت اٰمَنَّا میں تب داخل ہوگی جب اپنا کچھ بھی نہیں ہوگا اور سب کچھ خدا تعالیٰ کی خاطر ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کیلئے اختیار کرتے اور اسکی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمالِ فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دور تر لے جاتے ہیں۔‘‘ (تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ 103، تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد چہارم صفحہ 226,225)

تو ایک ناصر جو چالیس سال کی عمر سے اوپر جا چکا ہے، جس کی سوچ میں گہرائی آ جانی چاہئے، جس کو اپنی عمر کے بڑھنے کے ساتھ اپنی زندگی کے کم ہونے کا احساس ہو جانا چاہئے، جس کو اللہ کا خوف پہلے کی نسبت زیادہ ہونا چاہئے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کامل ایمان لاتے ہوئے آپ کے مسیح اور مہدی علیہ السلام کی جماعت میں بھی شامل ہو چکا ہے، اس کے اللہ کے مددگار بننے کے معیار بہت بڑھ جانے چاہئیں۔ ہر وقت یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ ہم نے خدا کی رضا حاصل کرنی ہے۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنا ہے، جہاں ہر وقت یہ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے رتی بھر بھی ادھر اُدھر نہیں ہونا۔ گو یہ بہت مشکل کام ہے لیکن ایک مومن کا یہی کام ہے کہ اس طرف توجہ رہے اور پھر ایسے شخص کو جس نے انصار اللہ ہونے کا عہد کیا ہے، ایمان کا یہ اعلیٰ معیار اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت سب محبتوں پر حاوی ہو جائے، نہ مال کی محبت ہو نہ اولاد کی محبت ہو، نہ کسی اور چیز کی محبت ہو۔ یہ معیار ہے جو ایک خالص مومن کو حاصل کرنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اسکے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔‘‘ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 309)

تو دیکھیں یہ ایمان کا معیار ہے اور جیسا کہ میں نے کہا جب انسان اس عمر میں داخل ہوتا ہے جب آئندہ زندگی تھوڑی نظر آتی ہے یا آ رہی ہوتی ہے تو کس قدر اس امر کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ہمارا نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے لگایا ہوا نعرہ ہو اور ہمارا ہر قدم جو اس راہ میں اٹھے وہ اللہ تعالیٰ کے قریب تر لے جانے والا قدم ہو، وہ صدق سے اٹھا ہوا قدم ہو، سچائی اس میں سے پھوٹ رہی ہو۔ اللہ کی عبادتوں کی طرف بھی ہماری نظر ہو اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کیلئے ہر قربانی دینے کیلئے تیار رہنے کی طرف بھی ہماری توجہ ہو اور اخلاق کے اعلیٰ معیار بھی ہم قائم کر رہے ہوں، حقوق العباد کی ادائیگی بھی ہمارا مطمع نظر ہو اور اپنے اپنے دائرے میں اعلیٰ اخلاق کو پھیلانے اور حقوق العباد ادا کرنے کی طرف ہماری بھرپور کوشش ہو اور ان سب امور میں جن میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی شامل ہیں اور حقوق العباد بھی شامل ہیں ہمارے سے غفلت نہ ہو، کبھی ہم سستی دکھانے والے نہ ہوں۔ جب یہ خصوصیات ہم میں پیدا ہو جائیں گی تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے عہد کو نبھاتے ہوئے ان لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کہلاتے ہیں اور جنہوں نے اپنی روشن اور چمکدار مثالیں اس عہد کے نبھانے کیلئے قائم کی ہیں۔ یہ دو طرح کے لوگ تھے ایک گروہ مہاجر کہلایا اور ایک گروہ انصار کہلاتا ہے۔ جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح انصار بننے کا سوال ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ملا کہ کُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰہِ کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ، تو کیا مہاجرین اور کیا انصار سب ہی اس اعزاز کو پانے کی دوڑ میں شامل ہو گئے اور وہ کارہائے نمایاں دکھائے، ایسے ایسے کام کئے کہ ان کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ جو ہم غیر معمولی قربانیوں کے معیار اور اپنی حالتوں کو یکسر بدلنے کے نظارے صحابہ میں دیکھتے ہیں یہ اللہ اور اسکے رسول سے غیر معمولی محبت کی وجہ سے تھا، جو محبت صحابہ کے ایمانوں کی ترقی نے پیدا کر دی تھی۔ ان کی عبادتوں کے معیار بھی ایسے تھے کہ جس کا کوئی مقابلہ نہیں، ان کے دین کی خاطر جان مال، وقت کی قربانی کے معیار بھی ایسے تھے کہ جن کا کوئی مقابلہ نہیں، انکی آپس کی محبت اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کے معیار بھی ایسے تھے کہ حیرت ہوتی ہے اور یہ لوگ ایسے تھے جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ

مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (سورۃ التوبۃ: 100) اورمہاجرین اور انصار میں سبقت لے جانے والے اولین اور وہ لوگ جنہوں نے حسن عمل کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کیلئے ایسی جنتیں تیار کیں ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔ یہ بہت عظیم کامیابی ہے۔

پس یہ لوگ ہیں جو ہمارے لئے مثال اور نمونہ کے طور پر پیش کئے گئے ہیں جنہوں نے اپنا ہر عہد نبھایا اور اللہ تعالیٰ کے انعاموں اور جنتوں کے وارث ٹھہرے۔ یہاں میں ان میں سے ایک گروہ جو انصار کہلاتے ہیں کا کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے جب تک آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ نہیں آ گئے تھے، آنحضرت ﷺ کی صحبت سے اس طرح فیض نہیں پایا تھا جس طرح مکہ کے ابتدائی مسلمانوں نے فیض پایا اور ایمان میں ترقی کی۔ لیکن ہجرت کے وقت جب آنحضرت ﷺ نے مؤاخات کا سلسلہ شروع کیا، ایک دوسرے کے بھائی بنائے تو انصار نے مہاجر بھائیوں کیلئے حقوق العباد کی اعلیٰ ترین مثال قائم کرتے ہوئے اپنی جائدادوں میں سے نصف حصہ ان کو دے دیا، اپنی آمدنیوں میں سے نصف حصہ ان کو دے دیا، ہر چیز بانٹ کر کھانے لگ گئے اور پھر جب آنحضرت ﷺ کی صحبت کا اثر ہوا، قوتِ قدسیہ کا اثر ہوا تو اَسْلَمْنَا سے آمَنَّا کا ادراک پیدا ہوا۔ جنگ بدر میں انصاری سردار نے کیا خوبصورت جواب دیا جب آنحضرت ﷺ ہر ایک سے مشورہ کر رہے تھے تو ہر دفعہ جب آنحضرت ﷺ پوچھتے تھے کہ کس طرح جنگ لڑی جائے تو مہاجرین ہمیشہ کھڑے ہو کر کہتے تھے کہ ہم حضور ﷺ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے لیکن آنحضرت ﷺ پھر یہی سوال دہراتے جاتے تھے کہ مشورہ دو۔ اس پر ایک انصاری سردار نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضور کا ارشاد یا اشارہ شاید ہماری طرف ہے، آپ نے فرمایا ہاں۔ تو انصاری سردار نے عرض کی کہ پھر ہمارا جواب یہ ہے کہ آپ سے پہلا معاہدہ آپ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے ہوا تھا اور وہ آپ کی حفاظت اس صورت میں کرنے کا تھا کہ اگر مدینہ میں دشمن آپ پر حملہ کرے تو ہم آپ کی حفاظت کریں گے اور مدینہ سے باہر نکل کر حفاظت کی ذمہ داری ہم نہیں لے سکتے۔ لیکن اب آپ بدر کے میدان میں کھڑے ہیں، مدینہ سے باہر ہیں تو ہمارے سے ہماری رائے پوچھ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اسی لئے میں پوچھ رہا ہوں۔ تو انصار سردار نے عرض کیا کہ جب یہ پہلا معاہدہ ہوا تھا تو اس وقت ہم آپ کے پیارے وجود اور پیاری تعلیم سے پوری طرح واقف نہیں تھے۔ اب حقیقت ہم پر مکمل طور پر کھل گئی ہے، ہر طرح سے روشن ہوگئی ہے۔ اب اے اللہ کے رسول ﷺ اس معاہدہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اب ہم موسیٰ کے ساتھیوں کی طرح یہ جواب نہیں دیں گے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (سورۃ المائدہ: 25) کہ تو اور تیرا رب جا کر دشمن سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ نہیں بلکہ ہمارا جواب بھی وہی ہے جو مہاجرین دے چکے ہیں کہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور ہماری لاشوں کو روندے بغیر دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا، اگر آپ کہیں تو ہم لوگ سمندر میں بھی گھوڑے دوڑا دیں۔ عرب چونکہ ریگستان میں رہنے والے تھے، سمندر کافی فاصلے پر تھا، پانی سے وہ لوگ ڈرتے تھے اس کو جانتے نہیں تھے، ایک خوف تھا۔ لیکن اس ایمان نے اتنی جرأت پیدا کردی کہ آپ کہیں تو ہم سمندر میں بھی گھوڑے دوڑا دیں گے۔ تو یہ تھا فدائیت کا نمونہ جو وہ انصار نے آپ ﷺ کی قوت قدسی سے فیض پانے کے بعد دکھایا۔

پھر جنگ اُحد میں انصار کا نمونہ بھی دیکھیں کہ ایک انصاری جو قریب المرگ تھے، زخموں سے چُور تھے، جب ان سے کسی نے پوچھا کہ تمہاری کوئی آخری خواہش رشتے داروں کو پہنچانے کیلئے، تمہارا کوئی پیغام ہے؟ تو انہوں نے نہ اپنے بچوں کی فکر کا اظہار کیا، نہ اپنی بیوی کی فکر کا اظہار کیا، فکر تھی تو آنحضرت ﷺ کی اور کہا کہ میرے رشتے داروں کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ وہ تمہیں سلام کہتا تھا اور کہتا تھا کہ میں تو مر رہا ہوں لیکن اپنے پیچھے تمہارے سپرد خدا تعالیٰ کی ایک مقدس امانت کر کے جا رہا ہوں۔ میں جب تک زندہ رہا اس مقدس امانت کی حفاظت کرتا رہا اپنی جان کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی، اب میں تم سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر تمہیں میرے آخری الفاظ کا پاس ہے تو اگر تمہیں اپنی جانوں کے نذرانے بھی دینے پڑے تو اس رسول ﷺ کی حفاظت کرنا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اور رشتہ داروں کو پیغام بھیجا کہ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگوں میں آنحضرت ﷺ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور آپ لوگ کبھی بھی اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کریں گے۔ تو یہ تھے ان ایمان میں سبقت لے جانے والوں کے نمونے۔ جب نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کا اعلان کیا تو اپنا سب کچھ اللہ، رسول اور اس کے دین پر نچھاور کر دیا۔ پس یہ نمونے ہیں جو آج آپ انصار اللہ کہلانے والوں نے دکھانے ہیں۔

پس جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا تھا کہ انصار اللہ کے الفاظ پر غور کریں، اس عہد پر غور کریں جو آپ اپنے اجلاسوں اور اجتماعوں میں پڑھتے ہیں۔ آج آپ سے تلوار چلانے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا، جنگ میں اپنے آپ کو جھونکنے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا، توپوں اور گولوں کے سامنے کھڑے ہونے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا۔ مطالبہ ہے تو یہ ہے کہ اللہ کے حقوق ادا کرو، اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرو۔ اپنی عبادتوں کے وہ نمونے قائم کرو جو خدام کیلئے بھی مثال بن جائیں اور اطفال کیلئے بھی مثال بن جائیں، وہ تمہاری بیویوں کیلئے بھی مثال بن جائیں اور تمہاری بچیوں کیلئے بھی مثال بن جائیں۔ تمہاری مالی قربانیاں بھی ایسی ہوں جن کے نمونے سے دوسرے بھی فائدہ اٹھائیں۔

پرسوں جمعہ کو جو مَیں نے UK کی بعض جماعتوں کا جائزہ پیش کیا تھا، اس جائزہ کو آپ لوگوں کو جھنجھوڑ دینا چاہئے۔ عموماً اچھی کمائی کا وقت اور بہتر آمد کا وقت 40 سال سے 60 سال تک کی عمر کا ہوتا ہے۔ اپنے وعدوں کو دیکھیں، اپنے عہدوں کو دیکھیں، اپنے اس عہد کو دیکھیں اور پھر اپنی قربانی کے معیاروں کو دیکھیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو تم اپنے پر خرچ کر لیتے ہو یا اللہ کی راہ میں جو تم نے خرچ کر دیا وہی بچا ہے، جو تم بچا کر چلے گئے ہو وہ تمہارے کسی کام کا نہیں، وہ تمہارا نہیں۔ لیکن اپنے پر خرچ کرنے کی بھی حدیں مقرر ہیں کہ اعتدال سے خرچ کرو، جائز خرچ کرو۔ جمعہ پر جو میں نے مالی جائزہ پیش کیا تھا اس میں پاکستانی احمدیوں کی قربانی سب سے زیادہ تھی۔ گزشتہ سال سے کُل قربانی میں اضافہ بھی ان کا سب سے زیادہ تھا اور ان کے گزشتہ سال کی نسبت اضافہ بھی بہت زیادہ تھا۔ آپ لوگوں کی اکثریت جو اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہے وہیں سے آئی ہوئی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ جب آپ وہاں ہوتے ہیں تو باوجود خراب حالات ہونے کے قربانیاں کرتے ہیں، یہاں آتے ہیں تو دوسری ضروریات کا خیال آجاتا ہے؟ پس اس طرف توجہ دیں۔ آج اس وقت اس دور میں آپ یہاں جو معیار قائم کریں گے وہی اس جماعت کی مثال بن جائے گی۔ جتنے بلند معیاروں تک آپ آئندہ نسلوں کو لے جانا چاہتے ہیں انہیں بلند معیاروں کو آپ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ٹارگٹ مقرر کرنے ہوں گے۔ پس آئندہ نسلوں کو ان قربانیوں کی طرف توجہ دلانے کیلئے بھی آپ کو اپنی قربانیوں کے معیار بڑھانے ہونگے۔

یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ تحریک جدید میں شمولیت میں بھی بہت گنجائش ہے اس طرف بھی بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ بعض جماعتوں میں نصف سے بھی زائد ایسے لوگ ہیں جو تحریک جدید میں شامل نہیں ہوئے۔ شاید اسی طرح وقف جدید میں بھی ہو تو انصار یہ ذمہ داری اب لیں کہ تعداد کو بڑھانے میں آپ نے اپنا ایک کردار ادا کرنا ہے۔ پہلے انصار اللہ اپنا جائزہ لیں کہ وہ سو فیصدی تحریکات میں شامل ہیں۔ پھر اپنے بیوی بچوں کو شامل کرنے کی کوشش کریں۔

جب ان قربانیوں کی طرف توجہ ہوگی تو پھر نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کا نعرہ لگانے کے بعد آپ کا ایک بہت بڑا کام جیسا کہ آپ کے عہد میں بھی ہے، خلافت کی حفاظت کرنا ہے۔ دعائیں کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے فرائض کی مکمل ادائیگی کرتے ہوئے اپنے اور اپنے بیوی بچوں میں خلافت کی مکمل اطاعت کی روح پیدا کریں۔ اس جذبے کو بڑھائیں، سطحی نظر سے نہ دیکھیں کہ مومنین کی جماعت سے انعام کا وعدہ ہے۔ ان الفاظ پر غور کریں کہ کن سے خلافت کا وعدہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی اس انعام کے جاری رہنے کا وعدہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ جاری رہے گا اور ضرور جاری رہے گا لیکن جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا تھا کہ اپنے معیار ایسے بلند کریں جو ایک حقیقی مومن کے ہونے چاہئیں تا کہ آپ بھی انہی لوگوں کی صف میں شامل رہیں جن سے اس انعام کا وعدہ ہے۔ اپنے بچوں کی صرف دنیاوی تعلیم پر ہی نظر نہ رکھیں بلکہ ان کو گھروں میں بھی دینی ماحول مہیا کریں۔ اپنے بچوں کو مسجدوں کے ساتھ، نماز سنٹروں کے ساتھ جوڑیں، انہیں دین کا علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔ انہیں قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ دلائیں۔ ایک دفعہ تو مائیں کسی طرح بچوں کو قرآن کریم پڑھا دیتی ہیں یا کسی ذریعہ سے، مدد سے پڑھا دیتی ہیں اور بچے کی آمین بھی ہوجاتی ہے لیکن اس کے بعد پھر نگرانی نہیں ہوتی، تو یہ باپوں کا کام ہے کہ ان بچوں کو توجہ دلاتے رہیں۔ پھر نوجوانی میں قدم رکھنے کے بعد بچے باہر وقت گزارتے ہیں، اس وقت وہ ماؤں کے ہاتھوں میں نہیں رہتے، تو ان سے بھی ایسے دوستانہ تعلقات رکھیں کہ جب وہ گھر میں آئیں تو باہر کی باتیں آپ سے ڈسکس (Discuss) کریں۔ انہیں پھر اچھے برے کا فرق سمجھائیں۔ اچھا کیا ہے، برا کیا ہے۔ اسطرح کوشش کر کے جب آپ اپنی اگلی نسل کو سنبھالیں گے تو ان مومنین میں شمار ہوں گے جن کے ساتھ خلافت کا وعدہ ہے۔ پس عبادتوں میں بھی اپنے نیک نمونے قائم کریں کہ خلافت عبادت گزاروں کے ساتھ مشروط ہے۔ اپنی مالی قربانیوں کی طرف بھی توجہ دیں کہ خلافت سے اس کا بھی گہرا تعلق ہے اور اس زمانہ میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو نظام وصیّت کے ساتھ جوڑ کر تعلق کو مزید واضح فرما دیا ہے۔ اور جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریک جدید کے بارہ میں شروع میں فرمایا تھا کہ یہ بھی نظام وصیّت کے ارہاص کے طور پر ہے۔ اس لیے جو نظام وصیت میں شامل نہیں ہوسکتے انہیں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، جو شامل ہیں ان کو ان قربانیوں میں حصہ لینے سے مزید قربانیوں کی طرف توجہ پیدا ہوگی تا کہ خلافت کی مضبوطی اور اشاعت اسلام کیلئے چھوٹے سے لے کر بڑے تک سب، جماعت کا ہر ممبر اور ہر فرد شامل ہوسکے۔ اس لئے بڑوں اور چھوٹوں میں مالی قربانیوں کی روح پیدا کریں۔ یہ بڑوں کا اور انصار اللہ کا کام ہے کہ روح پیدا کریں اور اطاعت رسول کے بھی اعلیٰ معیار قائم کریں اور پھر اطاعت خلافت اور نظام جماعت کی پابندی کے خود بھی اعلیٰ معیار قائم کریں اور اپنی اولادوں میں بھی اور اپنے بیوی بچوں میں بھی اس معیار کو قائم کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اطاعت اس نظام کو جاری رکھنے کیلئے انتہائی اہم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ اطاعت خالص اطاعت ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس روح اور اس جذبے کو سب کو اپنے اندر جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ غلبہ اسلام کے وعدے ہم اپنی زندگیوں میں پورے ہوتے دیکھیں۔ اب دعا کرلیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 12 / جنوری 2007)

☆……☆……☆……

ارشادِ نبوی ﷺ

اَلْاَمَانَةُ عِزٌّ (اربعین اطفال)

(امانت داری عزت ہے)

طالب دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

جہاں گھر کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے مردوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ نیک نمونے قائم کریں وہاں ماؤں کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ ان کی اولاد ضائع نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والی ہو

آپ کو اس مغربی معاشرہ میں رہتے ہوئے جہاں اپنی اور اپنی نسلوں کی حفاظت کیلئے اور بھی بہت سے مجاہدے کرنے ہیں وہاں پردے کا مجاہدہ بھی کریں جو پردہ چھوڑنے والی ہیں ان میں ایک طرح کا احساس کمتری ہے، احمدی عورت کو ہر طرح کے احساس کمتری سے پاک ہونا چاہئے

(پردہ کے اسلامی حکم سے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زرّیں ارشادات کی روشنی میں احمدی مسلم خواتین کو نہایت اہم تاکیدی نصائح)

(سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا 25 / جون 2005ء بروز اتوار انٹرنیشنل سینٹر ٹورانٹو میں جلسہ سالانہ کینیڈا کے موقع پر مستورات سے خطاب)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا: مَیں تقریباً ابتدا سے ہی جب سے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس منصب پر فائز فرمایا ہے، جماعت کو تربیتی امور کی طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ اگر آپ اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو دنیا کی غلاظتوں سے بچانا چاہتے ہیں تو اپنی اصلاح کی طرف بھی توجہ دیں اور اپنے بچوں کو بھی ان غلاظتوں سے بچانے کی کوشش کریں اور اس کیلئے ان کے سامنے نیک نمونے قائم کریں تا کہ بچے بھی بڑوں کو دیکھ کر ایسی راہوں پر چلنے والے ہوں جو دین کی طرف لے جانے والی راہیں ہیں، جو خدا تعالیٰ کا قرب عطا کرنے والی راہیں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کا پیار سمیٹنے والی راہیں ہیں اور نتیجۃً دنیا و آخرت سنوارنے والی راہیں ہیں۔

جہاں گھر کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے مردوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ نیک نمونے قائم کریں تا کہ ان کے بیوی بچے ان پر انگلی نہ اٹھا سکیں کہ اے ہمارے باپ تم تو ہمیں یہ نصیحت کرتے ہو کہ نیکیوں پر قائم ہو اور یہ یہ عمل کرو اور خود تمہارے عمل یہ ہیں جو کہ مکمل طور پر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، وہاں ماؤں کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ اگر وہ خدا سے پیار کرنے والی عورتیں ہیں اگر وہ خدا کا خوف دل میں رکھنے والی خواتین ہیں تو یہ نہ دیکھیں کہ مرد کیا کرتے ہیں۔ یہ دیکھیں کہ ان کی اولاد ضائع نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والی ہو۔ آپ اپنی ذمہ داری نبھائیں۔ وہ مثالیں قائم کریں جو پہلوں نے قائم کی تھیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ عبادتوں میں بڑھنے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی کوشش کرتے تھے تو صحابیات بھی پیچھے نہیں رہتی تھیں ان میں بھی ایسی خواتین تھیں جو اس نکتہ کو سمجھنے والی تھیں کہ انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے اور اس سے ہی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔ اس کیلئے وہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر بھی عبادتیں کیا کرتی تھیں، راتوں کو جاگتی تھیں، نیند آنے کی صورت میں رسّے لٹکائے ہوتے تھے جن کو پکڑ کر سہارا لے کر عبادتیں کرتی تھیں یہاں تک کہ بعض صحابہ کو یہ شکوہ تھا کہ انکی بیویاں ضرورت سے زیادہ اپنے آپ کو عبادتوں میں مشغول رکھتی ہیں۔ راتیں بھی عبادت میں گزارتی ہیں اور دن ان کے روزوں میں گزرتے ہیں اور نتیجۃً وہ مردوں کے حقوق ادا نہیں کرتیں، اپنی اولاد کے حقوق ادا نہیں کرتیں۔ آنحضرتؐ کے پاس یہ شکایات آتی تھیں کہ ان کو روکیں کہ ہمارے بھی حقوق ادا کریں اور بچوں کے بھی حقوق ادا کریں، صرف اپنی عبادتوں کی فکر نہ کریں انہی میں وقت نہ گزاریں۔ اس بات پر آنحضرتؐ نے ایسی عورتوں کو تاکید فرمائی کہ اپنے مردوں کے حقوق ادا کریں اور اپنی عبادتوں کو کم کریں۔ یہ وہ مثالیں ہیں جو ہمارے لئے نمونہ بننے والی خواتین ہمارے سامنے رکھ گئی ہیں۔ اب آپ کو بھی جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ان عبادتوں کی ہلکی سی جھلک بھی آپ میں نظر آتی ہے۔ ہر ایک خود اپنا جائزہ لے۔ اگر نہیں تو ہمیں فکر کرنی چاہیے کہ اس مادی دنیا میں اگر عبادتوں کی طرف توجہ نہ دی تو پھر اگلی نسل جو آپ کی گودوں میں پل رہی ہے اور پلنی ہے جس نے جماعت کی ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں، جن کو عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے چاہئیں، کیا ان نمونوں سے وہ اعلیٰ معیار حاصل کر سکتے ہیں۔ پس اپنے مقصدِ پیدائش کو پورا کرنے کی خاطر، اپنی نسلوں کو اس مقصد کی پہچان کرانے کی خاطر ہمیں اپنی عبادتوں کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ مردوں کو اپنے نمونے قائم کرنے چاہئیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو فرماتے ہیں کہ مرد کو ’’ایسا نمونہ دکھانا چاہئے کہ عورت کا یہ مذہب ہو جاوے کہ میرے خاوند جیسا اور کوئی نیک بھی دنیا میں نہیں ہے۔ اور وہ یہ اعتقاد کرے کہ یہ باریک سے باریک نیکی کی رعایت کرنے والا ہے‘‘۔ یعنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کرنے والا ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ مردوں کو ایسا کرنا چاہئے لیکن نیک عورت اور خدا کا خوف رکھنے والی عورت، ایک احمدی عورت اور ایمان میں مضبوط عورت کی یہ پہچان بھی ہمیں قرآن کریم نے بتائی ہے کہ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (النساء: 35) یعنی پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔ ان تاکید کی جانے والی چیزوں میں سے ایک اولاد کی تربیت بھی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران بنائی گئی ہے وہ اس کی غیر حاضری میں اس کے گھر اور اس کی اولاد کی نگرانی اور حفاظت کی ذمہ دار ہے۔

پس یہ تربیتِ اولاد عورت پر سب سے زیادہ فرض ہے۔ جب تک احمدی عورت اس ذمہ داری کو سمجھتی رہے گی اور اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ان سے بڑھ کر دینی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ دیتی رہے گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک نسل پروان چڑھتی رہے گی۔ بچوں نے کیونکہ زیادہ وقت ماں کے زیرِ سایہ گزارنا ہوتا ہے اس لئے ماں کا اثر بہرحال بچوں پر زیادہ ہوتا ہے۔ اس مغربی معاشرے میں بھی جہاں لوگوں کا خیال ہے کہ جب بچے سکول جانا شروع ہو جاتے ہیں (کیونکہ یہاں تو چھوٹی عمر میں سکول جانا شروع ہو جاتے ہیں) تو اس ماحول کے زیرِ اثر وہ ہماری باتیں نہیں مانتے۔ لیکن جائزہ لیا گیا ہے اور ایک ریسرچ ہوئی ہے جو چھپی ہوئی ہے اس میں بچوں کے کوائف لئے گئے ہیں کہ وہ اپنے والدین میں سے کس سے زیادہ متاثر ہیں، کس کی زیادہ بات مانتے ہیں۔ تو ایک بڑی تعداد کے یہ نتائج سامنے آئے ہیں کہ پندرہ سولہ سال کی عمر تک لڑکے بھی، صرف لڑکیاں نہیں، بلکہ لڑکے بھی اپنی ماؤں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ ان کی بات کو زیادہ وزن دیتے ہیں، ان سے دوستی کا تعلق رکھتے ہیں، ان سے راز و نیاز کی باتیں کر لیتے ہیں جبکہ باپوں سے یہ تعلق بہت معمولی ہے لیکن اس عمر کے بعد کیونکہ مغربی معاشرے میں مرد زیادہ آزاد ہیں اور عموماً یہاں ایک عمر کے بعد دیکھا گیا ہے کہ جب بچے بڑے ہونے کی عمر کو پہنچ رہے ہوتے ہیں تو (عورت اور مرد کے تعلقات بھی خراب ہونے شروع ہو جاتے ہیں) اس وقت مرد بچوں کو کھینچنے کیلئے اور کچھ ماحول کے زیرِ اثر بچوں کو آزادی کی طرف چلاتا ہے اور اس وجہ سے بچے مردوں کی طرف زیادہ مائل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ روک ٹوک نہیں کر رہے ہوتے، اس معاشرے کی گندگیوں اور غلاظتوں میں پڑنے سے باپ اپنے بچوں کو اس طرح نہیں روک رہے ہوتے اس لئے باپوں کی طرف زیادہ رجحان ہو جاتا ہے۔ لیکن اس عمر میں بھی جن ماؤں نے بچوں کو صحیح طرح سنبھالا ہوتا ہے ان کے بچوں کا رجحان ماؤں کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ تو یہ سبق جو آج پتا لگ رہا ہے یہ سبق ہمیں پہلے ہی اسلام نے دے دیا کہ مائیں گھر کی نگران کی حیثیت سے بچوں کی تربیت کی زیادہ ذمہ دار ہیں۔ اس لئے وہ بچوں کو اپنے ساتھ لگائیں اور ان کی تربیت کا حق ادا کریں، ان کو برے بھلے کی تمیز سکھائیں۔ اگر اس صحیح رنگ میں تربیت کرنے کی وجہ سے ان کی نفسیات کو سمجھ کر ان کو برے بھلے کی تمیز سکھا کر، صحیح دین کی واقفیت ان کے ذہنوں میں پیدا کر کے ان کو سنبھالو گی تو پھر آپ اگلی نسل کو سنبھالنے والی کہلا سکتی ہیں، تب آپ اپنے خاوند کے گھروں کی حفاظت کرنے والی کہلا سکتی ہیں۔

پس ہر عورت کو اس اہم امر کی طرف بڑی توجہ دینی چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی اس رنگ میں تربیت کرے اور یہ تربیت اپنے پاک نمونے قائم کرتے ہوئے ایسے اعلیٰ معیار کی ہو جس کو دیکھ کر یہ کہا جا سکے کہ ایک احمدی ماں خود بھی ایک ایسا پاک خزانہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو سمیٹنے والا ہے اور ان کی اولادیں بھی ایک ایسا پاک مال ہیں جو اپنی ماں کی تربیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مال بن چکا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر ہے، جس کی پاک تربیت کو دیکھ کر دنیا رشک کرتی ہے۔ جو کسی چیز کا اگر حرص اور لالچ رکھتا ہے تو وہ دنیاوی چیزوں کا نہیں بلکہ دین میں آگے بڑھنے کا ہے، اپنے ماں باپ کا نام روشن کرنے کا ہے، نیکیوں پر قائم ہونے کا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ... الخ (التوبة: 34) نازل ہوئی اس وقت ہم کسی سفر میں آنحضورؐ کے ساتھ تھے۔ اس پر بعض صحابہؓ نے کہا کہ یہ آیت سونا چاندی کے بارے میں اتری ہے۔ یعنی یہ سونا چاندی جب ان کو جمع کیا جاتا ہے تو بعض دفعہ ابتلاء میں ڈالنے والی چیزیں ہیں۔ صحابہ نے کہا کہ کونسا مال بہتر ہے جو ہم جمع کریں۔ تو یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ سب سے افضل (مال) ذکرِ الٰہی کرنے والی زبان ہے اور شکر کرنے والا دل اور مومنہ بیوی ہے جو اسکے دین پر اسکی مددگار ہوتی ہے۔ (جامع

ترمذی ابواب تفسیر القرآن سورۃ التوبۃ)

اللہ کرے کہ ہر احمدی عورت مومنہ بیوی اور مومنہ ماں بن کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہو اور آنحضرتؐ نے جس طرح فرمایا ہے اس لحاظ سے بہترین مال ثابت ہو۔ ان عورتوں کی نظر میں دنیاوی مال کی کوئی حیثیت نہ ہو بلکہ ان کو اس بات پر فخر ہو کہ ہمیں آنحضرتؐ نے دین کی خدمت اور اولاد کی بہترین تربیت کی وجہ سے افضل مال قرار دیا ہے، ہمیں اب دنیاوی مالوں سے کوئی غرض نہیں۔ جب یہ سوچ ہوگی تو خدا تعالیٰ اپنی جناب سے اپنے وعدوں کے مطابق آپ کی ضروریات بھی پوری فرمائے گا اور ایسے ایسے راستوں سے آپ کی مدد فرمائے گا جس کا آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے ایک جگہ وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا۔ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق: 3-4) کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یعنی ’’جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا اس کو اللہ تعالیٰ ایسے طور سے رزق پہنچائے گا کہ جس طور سے معلوم بھی نہ ہوگا۔ رزق کا خاص طور سے اس واسطے ذکر کیا کہ بہت سے لوگ حرام مال جمع کرتے ہیں۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کریں اور تقویٰ سے کام لیویں تو خدا تعالیٰ خود ان کو رزق پہنچاوے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَہُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیۡنَ (الاعراف: 197) جس طرح پر ماں بچے کی متوّلی ہوتی ہے اسی طرح پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں صالحین کا متکفّل ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کے دشمنوں کو ذلیل کرتا ہے اور اسکے مال میں طرح طرح کی برکتیں ڈال دیتا ہے۔ انسان بعض گناہ عمداً بھی کرتا ہے اور بعض گناہ اس سے ویسے بھی سرزد ہوتے ہیں۔ جتنے انسان کے عضو ہیں ہر ایک عضو اپنے گناہ کرتا ہے۔ انسان کا اختیار نہیں کہ بچے۔ اللہ تعالیٰ اگر اپنے فضل سے بچاوے تو بچ سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے گناہ سے بچنے کیلئے یہ آیت ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (الفاتحہ: 5) جو لوگ اپنے ربّ کے آگے انکسار سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ شاید کوئی عاجزی منظور ہو جاوے تو ان کا اللہ تعالیٰ خود مددگار ہو جاتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 374 جدید ایڈیشن)

پس اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننا ہے جو کہ یقیناً ہر احمدی عورت کی خواہش ہے تو تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے اپنے تقویٰ کے معیاروں کو اُونچا کرتے ہوئے خود بھی قدم بڑھانے ہونگے اور اپنی اولاد کی بھی ایسے رنگ میں ترقی کرنی ہوگی کہ وہ آپ کے بعد آپ کا نام روشن کرنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور آپ کی اولاد کو بھی صالحین کی جماعت میں شامل فرمائے۔ خود آپ کا کفیل ہو، آپ کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہو، آپ کو اور آپ کی نسل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا مقصد پورا کرنے والا بنائے اور کوئی ایسا فعل آپ یا آپ کی اولاد سے سرزد نہ ہو جو جماعت کی بدنامی کا باعث ہو۔

اس ضمن میں یعنی اللہ تعالیٰ کے غیب سے رزق دینے کے بارے میں ایک اور بات بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے کہ یہاں ان مغربی ملکوں میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے بعض خواتین کو ملازمت بھی کرنی پڑتی ہے، نوکریاں کرنی پڑتی ہیں لیکن احمدی عورت کو ہمیشہ ایسی ملازمت کرنی چاہئے جہاں اس کا وقار اور تقدس قائم رہے۔ کوئی ایسی ملازمت ایک احمدی عورت یا احمدی لڑکی کو نہیں کرنی چاہئے جس سے اسلام کے بنیادی حکموں پر زد آتی ہو، جس سے آپ پر انگلیاں اٹھیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں نیک لوگوں کو، تقویٰ پر قائم لوگوں کو رزق مہیا فرماتا ہوں، ان کی ضروریات پوری کرتا ہوں۔ اگر خالص ہو کر اس کی خاطر کچھ قربانی بھی کرنی پڑے تو ایک عزم اور ارادے کے ساتھ اس پر قائم رہیں تو خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا فرماتا ہے کہ وہ ضروریات کچھ تنگی کے بعد پوری ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے، اس لئے وہ یقیناً تقویٰ پر قائم رہنے والے لوگوں کیلئے اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وعدہ کرے اور اسکو پورا نہ کرے۔

اب پردہ بھی ایک اسلامی حکم ہے قرآنِ کریم میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ نیک عورتوں کی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ حیادار اور حیا پر قائم رہنے والی ہوتی ہیں، حیا کو قائم رکھنے والی ہوتی ہیں۔ اگر کام کی وجہ سے آپ اپنی حیا کے لباس اُتارتی ہیں تو قرآنِ کریم کے حکم کی خلاف ورزی کرتی ہیں۔ اگر کسی جگہ کسی ملازمت میں یہ مجبوری ہے کہ جینز اور بلاؤز پہن کر سکارف کے بغیر ٹوپی پہن کر کام کرنا ہے تو احمدی عورت کو یہ کام نہیں کرنا چاہئے۔ جس لباس سے آپ کے ایمان پر زد آتی ہو اُس کام کو آپ کو لعنت بھیجتے ہوئے ردّ کر دینا چاہئے کیونکہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ اگر آپ پیسے کمانے کیلئے ایسا لباس پہن کر کام کریں جس سے آپ کے پردے پر حرف آتا ہو تو یہ کام اللہ تعالیٰ کو آپ کا متوّلی بننے سے روک رہا ہے۔ یہ کام جو ہے اللہ تعالیٰ کو آپ کا دوست بننے سے، آپ کی ضروریات پوری کرنے سے روک رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ایمان والوں کی ضروریات پوری کرتا ہے، تقویٰ پر چلنے والوں کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ کوئی بھی صالح عورت یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ اس کا ننگ ظاہر ہو یا جسم کے اُن حصوں کی نمائش ہو جن کو چھپانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

پس آپ کو اس مغربی معاشرے میں رہتے ہوئے جہاں اپنی اور اپنی نسلوں کی حفاظت کیلئے اور بھی بہت سے مجاہدے کرنے ہیں وہاں پردے کا مجاہدہ بھی کریں کیونکہ آج جب آپ پردے سے آزاد ہوں گی تو اگلی نسلیں اُس سے بھی آگے قدم بڑھائیں گی۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ’’یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا اُن کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔‘‘ آپ ان ملکوں میں رہتے ہیں، دیکھ لیں اس آزادی کی وجہ سے کیا اُن کے اخلاق کے اعلیٰ معیار قائم ہیں؟

پھر فرمایا: ’’اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے اُن کی عفت اور پاک دامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔‘‘ آپ یہاں رہ رہے ہیں، حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ اگر اس آزادی سے اور بے پردگی سے تمہارے خیال میں یہاں مغربی ملکوں کی عورتیں بہت زیادہ پاک ہوگئی ہیں، اللہ والی ہوگئی ہیں تو ہم مان لیتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں۔

لیکن فرمایا کہ: ’’لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصّہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہوگا‘‘۔ فرمایا کہ جب پردہ ہوتا ہے تو وہاں بھی بعض دفعہ ایسی باتیں ہو جاتی ہیں لیکن جب آزادی ملے گی تو پھر تو کھلی چھٹی مل جائے گی۔

پھر فرماتے ہیں کہ ’’مردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہوگئے ہیں۔ نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے۔ دنیاوی لذّات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس سب سے اوّل ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردوں کی اخلاقی حالت درست کرو۔‘‘ اگر تمہارے خیال میں تم پاک دامن ہو بھی تو یہ ضمانت تم کہاں سے دے سکتی ہو کہ مردوں کی اخلاقی حالت بھی درست ہے۔ اپنے پردے اتارنے سے پہلے مردوں کے اخلاق کو درست کرلو، گارنٹی لے لو کہ ان کے اخلاق درست ہوگئے ہیں پھر ٹھیک ہے پردے اتار دو۔ ’اگر یہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے مغلوب نہ ہو سکیں تو اُس وقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے کہ نہیں۔ ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے۔‘‘ ایک جگہ آپ نے فرمایا ہے کہ بے پردہ ہو کر مردوں کے سامنے جانا اسی طرح ہے جس طرح کسی بھوکے کُتے کے سامنے نرم نرم روٹیاں رکھ دی جائیں۔ تو یہاں تک آپ نے الفاظ فرمائے ہوئے ہیں۔

فرمایا کہ ’’کم از کم اپنے کانشنس (Conscience) سے ہی کام لیں کہ آیا مردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ اُن کے سامنے رکھا جاوے۔ قرآن شریف نے جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور کمزوریوں کو مدِ نظر رکھ کر حسبِ حال تعلیم دیتا ہے کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے۔ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ (النور: 31) کہ تو ایمان والوں کو کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنے سوراخوں کی حفاظت کریں۔ یہ وہ عمل ہے جس سے اُن کے نفوس کا تزکیہ ہوگا۔‘‘

فرمایا کہ: ’’فروج سے مُراد شرمگاہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک سوراخ جس میں کان وغیرہ بھی شامل ہیں اور اس میں اس امر کی مخالفت کی گئی ہے کہ غیر محرم عورت کا راگ وغیرہ سُنا جاوے۔ پھر یاد رکھو کہ ہزار در ہزار تجارب سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے آخر کار انسان کو اُن سے رُکنا ہی پڑتا ہے...... اس لئے ضروری ہے کہ مرد اور عورت کے تعلقات میں حد درجہ کی آزادی وغیرہ کو ہرگز نہ دخل دیا جاوے۔‘‘ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 104 تا 106 جدید ایڈیشن)

پس یہ باتیں جو مَیں زور دے کر کہہ رہا ہوں یہ میری باتیں نہیں ہیں۔ یہ اس زمانے کے حکم اور عدل کی باتیں ہیں جن کی باتیں ماننے کا آنحضرتؐ نے حکم دیا تھا یہ باتیں آنحضرتؐ کی باتیں ہیں۔ یہ باتیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اگر اسلام کی عزّت کیلئے دل میں محبّت نہیں ہے تو عبادت بھی بے سود ہے
کیونکہ عبادت محبت ہی کا دوسرا نام ہے، وہ تمام لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ایسی چیز کی عبادت
کرتے ہیں جس پر کوئی سُلطان نازل نہیں ہوا وہ سب مشرک ہیں۔‘‘ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 254)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری، سابق امیر ضلع وافراد خاندان ومرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’انسان دوسرے شخص کی دل کی ماہیت معلوم نہیں کرسکتا اور اسکے قلب کے مخفی گوشوں تک اسکی نظر نہیں
پہنچ سکتی، اس لئے دوسرے شخص کی نسبت جلدی سے کوئی رائے نہ لگائے بلکہ صبر سے انتظار کرے‘‘
(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 248)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

قرآن کریم کی باتیں ہیں، یہ خدا کا کلام ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ جو ہمیں نصیحت کی ہے اگر اُن کی جماعت میں شامل رہنا ہے تو پھر انکی بات مان کر ہی رہا جا سکتا ہے۔ پس اپنے لباس ایسے رکھیں اور اپنے اوپر ایسی حیا طاری رکھیں کہ کسی کو جُرأت نہ ہو۔ احمدی لڑکی کے مقام کو پہچانیں۔ مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی کہ پاکستان سے جو عورتیں اور بچیاں آتی ہیں انہوں نے پاکستان میں، بڑی عمر میں برقع پہنا ہوتا ہے نقاب کا پردہ کرتی ہوئی آتی ہیں، وہ یہاں آکر اپنے نقاب کیوں اُتار دیتی ہیں۔ یہاں پلی بڑھی جو بچیاں ہیں اُن کے بارے میں تو کہا جا سکتا ہے کہ اُس ماحول میں پڑھی ہیں جہاں سکارف لینے کی عادت نہیں رہی ہے۔ ان کو ماں باپ نے عادت نہیں ڈالی یہ بھی غلط کیا۔ لیکن بہر حال جن بچیوں کو یہاں سکارف لینے کی عادت پڑ گئی وہ ٹھیک ہے سکارف لیتی رہیں۔ لیکن جو نقاب لیتی ہوئی آئی ہیں وہ کیوں اُتار دیتی ہیں۔ جہاں تک پردے کا سوال ہے اگر میک اپ میں نہیں ہیں، اچھی طرح سکارف اگر باندھا ہوا ہے، لباس پر لمبا کوٹ پہنا ہوا ہے تو پھر ٹھیک ہے تا کہ آپ کا ننگ ظاہر نہ ہو، اس طرح اظہار نہ ہو جو کسی بھی قسم کی ایٹرکشن (Attraction) کا باعث ہو۔

یہ جو پردہ چھوڑنے والی ہیں ان میں ایک طرح کا احساسِ کمتری ہے۔ احمدی عورت کو تو ہر طرح کے احساسِ کمتری سے پاک ہونا چاہئے۔ کسی قسم کا Complex نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی پوچھتا بھی ہے تو کھُل کر کہیں کہ ہمارے لئے پردہ اور حیا کا اظہار ایک بنیادی شرعی حکم ہے۔ اور مَیں نے دیکھا ہے کہ جن عورتوں کو کوئی Complex نہیں ہوتا، جو پردہ کرنے والی عورتیں ہیں اس مغربی ماحول میں بھی اسی پردے کی وجہ سے اُن کا نیک اثر پڑ رہا ہوتا ہے، اُن کو اچھا سمجھا جا رہا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ احساسِ کمتری اپنے دل سے نکال دیں کہ پردے کی وجہ سے کوئی آپ پر اُنگلی اُٹھا رہا ہے۔ اپنی ایک پہچان رکھیں۔ افریقہ میں مَیں نے دیکھا ہے جہاں لباس نہیں تھا اُنہوں نے لباس پہنا اور پورا ڈھکا ہوا لباس پہنا اور بعض پردہ کرنے والی بھی ہیں، نقاب کا پردہ بھی بعضوں نے شروع کر دیا ہے۔ یہاں بھی ہماری ایفرو امریکن بہنیں جو بہت ساری امریکہ سے آئی ہوئی ہیں اُن میں سے بعض کا ایسا اعلیٰ پردہ تھا کہ قابل تقلید تھا، ایک نمونہ تھا بلکہ کل ملاقات میں مَیں نے اُن کو کہا بھی کہ لگتا ہے کہ اب تم لوگ جو ہو تم پاکستانیوں کیلئے پردے کی مثالیں قائم کرو گے یا جو انڈیا سے آنے والے ہیں اُن کیلئے پردے کی مثالیں قائم کرو گے۔ اس پر جس طرح انہوں نے ہنس کر جواب دیا تھا کہ یقینا ایسا ہی ہوگا تو اس پر مجھے اور فکر پیدا ہوئی کہ پُرانے احمدیوں کے بے پردگی کے جو یہ نمونے ہیں یقینا نئی آنے والیاں وہ دیکھ رہی ہیں جبھی تو یہ جواب تھا۔ بلکہ جب مَیں نے کہا تو اُن میں بڑی عمر کی ایک خاتون تھیں حالانکہ انہوں نے بڑی اچھی طرح چادر اوڑھی ہوئی تھی انہوں نے جو ایک اور بات کی اُس سے مجھے اور فکر پیدا ہوئی۔ وہ کہنے لگیں کہ مَیں تمہارے سامنے آتے ہوئے پردہ کر کے آؤں۔ تو مَیں نے کہا کہ پردے کا مسئلہ میرے سامنے آنے کا نہیں۔ پردے کا حکم ہر وقت سے ہے اور ہر وقت رہنا چاہئے۔ اُن کو مَیں نے یہی کہا کہ آپ عمر کے اُس موڑ پر ہیں کہ اسلام میں بڑی عمر کی عورتوں کیلئے اجازت ہے کہ اگر وہ چاہیں تو مکمل منہ ڈھانک کے پردہ کریں، چاہیں تو نہ کریں۔ لیکن پھر بھی ایسی حالت نہ رکھیں جس سے بلاوجہ لوگوں کو اُنگلیاں اُٹھانے کا موقع ملے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا اُن کی اس بات سے یہ فکر مجھے پیدا ہوئی کہ کہیں یہ تو نہیں ہے کہ جب میرے سامنے ملاقات کرنے کیلئے یہاں آرہی ہوتی ہیں تو پردہ کر کے یا زیادہ بہتر پردہ کر کے آرہی ہوں۔ اگر تو آپ ملاقات کے وقت آتے ہوئے پردہ کر کے یا بُرقع پہن کر یا اچھی طرح چادر اوڑھ کے یا اچھی طرح سکارف باندھ کر اس لئے آرہی ہوں کہ ہمیں عادت پڑ جائے تو پھر تو ٹھیک ہے لیکن اگر اس لئے آرہی ہیں کہ میرا خوف ہے کہ مَیں نہ کچھ کہوں تو آپ کو میرا خوف کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کا خوف کرنا چاہئے۔ جواب آخر میں اُس کو دینا ہے، مجھے آخری جواب نہیں دینا۔ لیکن بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جوان لڑکیوں اور خواتین کو پردہ کرنا چاہئے اور اس کیلئے بعضوں کو میں نے دیکھا ہے کہ سکارف بھی باندھا ہوتا ہے لیکن کوٹ بہت اُونچا ہوتا ہے۔ کوٹ ایسا پہنیں جو کم از کم گھٹنوں سے نیچے تک آرہا ہو۔ آپ کی ایک پہچان ہو۔ ورنہ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ آپ کی بچیوں کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ بچیاں اس وقت تک پردے نہیں کریں گی جب تک آپ اپنے نمونے اُن کے سامنے قائم نہیں کریں گی، مائیں ان کے سامنے اپنے نمونے قائم نہیں کریں گی۔ پس اگر آپ نے جماعت کا بہترین مال بننا ہے، خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے خود بھی اور اپنی اولادوں کو بھی اُسکی پناہ میں لانا ہے، اُس کو اپنا ولی اور دوست بنانا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اپنے اوپر نازل ہوتے دیکھنا ہے، اپنے بچوں اور بچیوں کو اس معاشرے کے گند سے بچانا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بھی تعمیل کرنی ہوگی اس پر بھی عمل کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق دے اور آپ لوگ ہر معاملے میں وہ نمونے قائم کرنے والی بن جائیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’تقویٰ اختیار کرو۔ دنیا سے اور اُس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو۔ خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو اُن کی حیثیت سے باہر ہیں۔ کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاک دامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا کے فرائض نماز زکوٰۃ وغیرہ میں سستی مت کرو۔ اپنے خاوندوں کی دل و جان سے مطیع رہو۔ بہت سا حصہ ان کی عزّت کا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ سو تم اپنی اس ذمہ داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات اور قانتات میں گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو۔‘‘ یعنی کہ بلا وجہ پیسے خرچ نہ کرو۔ ’’اور خاوندوں کے مالوں کو بے جا طور پر خرچ نہ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ گلہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاوے۔‘‘

(کشتیٔ نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 81)

اللہ کرے کہ ہر احمدی عورت اور ہر احمدی بچی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق تقویٰ پر چلنے والی ہو۔ اپنی عبادتوں کے معیار بھی بلند کرنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں پر عمل کرنے والی ہو، اپنی نسلوں کی حفاظت کی بھی ضامن ہو۔ اس مغربی معاشرے میں بہت بچ بچ کر چلنے کی ضرورت ہے، بڑے پہلو بچا کر چلنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمیشہ دعاؤں کے ساتھ اور بہت دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرتی رہیں۔ اگر آج آپ نے یہ معیار حاصل کر لئے جس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ہیں اور بندوں کے حقوق بھی ہیں تو پھر آپ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق صالحات اور قانتات میں شمار ہوں گی، اسکے فضلوں سے بے انتہا حصہ پانے والی ہوں گی، اپنی نسلوں کی حفاظت کرنے والی ہوں گی، آپ کی گودوں میں تربیت پانے والے بچے جب اس تربیت سے پروان چڑھیں گے تو احمدیت کی آئندہ نسلیں بھی احمدیت کے روشن مستقبل کا حصہ ہوں گی۔ احمدیت کا روشن مستقبل تو اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق انشاء اللہ تعالیٰ مقدر ہے۔ یہ کسی ایک قوم یا ملک کے باشندوں سے خاص نہیں ہے۔ یہ تو تقویٰ پر چلنے والے لوگوں کے حصہ میں آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو نہ تو پاکستانی عزیز ہیں، نہ ہندوستانی عزیز، ہیں نہ یورپ کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہیں، نہ افریقہ کے باشندے اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تو وہی پیارا ہے جو تقویٰ پر چلنے والا ہے۔ اگر بعد میں آنے والے نومبائعین یا دوسرے ملکوں کے لوگ ایسے ہوں گے جو تقویٰ پر چلنے والے ہوں گے تو وہی خدا تعالیٰ کے پیارے ہوں گے اور وہی احمدیت اور حقیقی اسلام کا جھنڈا دنیا میں لہرانے والے ہوں گے۔

پس اس سوچ کے ساتھ بڑی فکر کے ساتھ اور دعا کے ساتھ آپ جو یہاں بیٹھی ہیں جن میں سے اکثر بزرگوں کی اولادیں ہیں، صحابہ کی اولادیں ہیں اس سوچ کے ساتھ اپنی اور اپنی نسلوں کی تربیت اور اصلاح کی کوشش کریں اور تقویٰ پر قائم رہنے کیلئے اپنے اعمال کو درست کریں عملوں میں لگ جائیں اور دعاؤں میں لگ جائیں۔ خدا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد میں سے ایسے لوگ تھے جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو مانا اور پاک نمونے قائم کئے ان نمونوں پر آپ چلنے والی ہوں نہ کہ ان کو ضائع کرنے والی ہوں اور آپ ہی ایسی ہوں جو آئندہ بھی جماعت کی رہنمائی کرنے والی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین!

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 2 مارچ 2007)

......☆......☆......☆......

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL
a desired destination for royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

Alam Associates
Architect & Engineers
+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)
Mobile : 8978952048
lordsshoe.co@gmail.com
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/B2, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT
طالبِ دعا
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695
#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

احمدی عورت کا مقام اور ذمہ داری انتہائی اہم ہے کیونکہ احمدیت کی آئندہ نسل کی پرورش آپ کی گود میں ہو رہی ہے یا ہونے والی ہے

آج آپ ہی ہیں جنہوں نے اپنے اندر پاک تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اپنے خاوندوں اور بچوں کی طرف بھی توجہ دینی ہے اوران کو بھی یہ توجہ دلانی ہے کہ اس مسیح پاک کی جماعت میں شامل ہو کر تم بھی اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرو

احمدی عورت کو پردے کا خیال از خود رکھنا چاہئے، خود اس کے دل میں احساس پیدا ہونا چاہئے کہ ہم نے پردہ کرنا ہے، نہ یہ کہ اسے یاد کروایا جائے، احمدی عورت نے اگر پردہ کرنا ہے تو اس لئے کرنا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے، ہر احمدی عورت جو ہے وہ اپنا جائزہ لے کہ وہ کہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توقعات پر پورا اتر رہی ہے، کہاں تک وہ اس عہد بیعت کو نبھا رہی ہے جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مستورات سے خطاب برموقع جلسہ سالانہ یو.کے 30/جولائی 2005ء بروز ہفتہ بمقام رشمور ایرینا، لندن

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ؕ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ○

(الحدید: 21-22)

اور پھر فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی پاک کتاب قرآن کریم میں مختلف طریقوں سے مختلف پیرایوں سے توجہ دلائی ہے کہ اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھو اور میری طرف آؤ۔ اور اس زمانے میں اس مقصد کی طرف ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے۔ پس ہم پر خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں مسیح محمدیؐ کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہوں کو پانے کی طرف توجہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر غور کرنے والے اور ان پر عمل کرنے والے ہوں اور اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھنے والے ہوں۔

یہ جو آیات تلاوت کی گئی ہیں (جو پہلے ان میں سے چار آیات تلاوت کی گئی تھیں ان میں سے دو میں نے تلاوت کی ہیں)۔ آپ ترجمہ ان کا سن چکے ہیں دوبارہ میں پیش کر دیتا ہوں۔

فرمایا کہ جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل کود اور نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کا ایسا ذریعہ ہے جو اعلیٰ مقصد سے غافل کر دے اور سج دھج اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہے۔ یہ زندگی اس بارش کی مثال کی طرح ہے جس کی روئیدگی کفار کے دلوں کو لبھاتی ہے۔ پس وہ تیزی سے بڑھتی ہے۔ پھر تُو اسے زرد ہوتا ہوا دیکھتا ہے، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب مقدر ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رضوان بھی۔ جبکہ دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا ایک عارضی سامان ہے۔

اور اگلی آیت میں فرمایا کہ اپنے رب کی مغفرت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو اور اس جنت کی طرف بھی جسکی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کی طرح ہے جو ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

یعنی فرمایا تم سمجھتے ہو کہ اس دنیا میں صرف اس لئے آئے ہو کہ اس دنیا کے جو سامان ہیں اس دنیا کی جو چکا چوندھ ہے دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی جو دوڑ لگی ہوئی ہے اس فکر میں ہی زندگی گزارنی ہے۔ یہ فکر ہے کہ میرا گھر فلاں رشتہ دار سے اچھا ہو، میرا گھر زیادہ اچھا سجا ہوا ہو، میرے گھر میں فلاں فلاں چیز بھی ہو، میری کار اعلیٰ قسم کی اور نئی ہو، میرے پاس زیور فلاں عورت کے زیور سے زیادہ اچھا ہو۔ فرمایا کہ جان لو کہ تمہاری زندگی کا مقصد یہ نہیں ہے۔ بلکہ اسکی مثال دے کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دنیا کی ہوا و ہوس اور کھیل کود میں بسر کرنے والی زندگی اس طرح ہی ہے جس طرح کہ سبزہ، جب بارش پڑتی ہے تو اسکو پانی ملتا ہے تو وہ اور زیادہ خوب صورت اور سر سبز ہو جاتا ہے۔ اپنے ماحول میں دیکھیں بارش کے دنوں میں درختوں کا فصلوں پودوں کا رنگ کتنا خوبصورت لگتا ہے۔ ہر ایک چیز میں ایک خوبصورتی اور چمک ہوتی ہے۔ نکھرا ہوا سبز رنگ ہوتا ہے۔ اور ایسی خوبصورتی ہوتی ہے کہ دل چاہتا ہے کہ انسان دیکھتا رہے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ ایک وقت آتا ہے کہ اپنی عمر کو پہنچتے ہوئے رنگ بدلنے لگتی ہے۔ مثلاً فصلیں ہیں جب فصل اپنی عمر کو پہنچتی ہے تو اس کا رنگ زرد ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور جب زمیندار فصل سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے کہ اب مجھے فائدہ ہوگا۔ کٹائی کا وقت قریب آ گیا تو اس وقت اس پر تیز گرم ہوا یا آندھی، طوفان یا اس طرح کی کوئی چیز آ جائے تو وہیں وہ سب کچھ بکھر جاتا ہے اور کسی کام کا نہیں رہتا۔ تو فرمایا کہ جو لوگ اس دنیا کے سامان کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور آخرت کی ان کو کوئی فکر نہیں، خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی بھی ان کو کوئی فکر نہیں ہے، اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی ان کو کوئی فکر نہیں ہے ان لوگوں کا انجام بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد ان کے اعمال کی کھیتی ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ نیک اعمال نہ کرنے کی وجہ سے اور دنیا داری میں پڑے رہنے کی وجہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا نہ کرنے کی وجہ سے سب کچھ ریزہ ریزہ ہو کر ضائع ہو جاتا ہے۔ دنیا داری کے دھندے اور دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی خواہش، اپنی اولاد پر ناز، اپنی دولت کے گھمنڈ کی وجہ سے ایسے لوگوں کو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی بلکہ عذاب ملتا ہے۔ اب بڑے کاروباری لوگوں کو دیکھ لیں جب کاروبار تباہ ہوتے ہیں تو ان کا کچھ بھی نہیں رہتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف نہ جھکنے کی وجہ سے اتنا اثر ہوتا ہے کہ دماغوں پر اثر ہو جاتا ہے۔ بعضوں کے بچے جن پر فخر ہوتا ہے وہ فوت ہو جاتے ہیں، اولادیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ جوان اولادیں ہوتی ہیں ان کا اتنا صدمہ اور غم ہوتا ہے کہ وہ پاگل ہو جاتے ہیں۔ تو یہ چیزیں کچھ بھی دینے والی نہیں ہیں۔ دنیا داری کے دھندے اور دنیا میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی خواہش، اپنی اولاد پر ناز اور اپنی دولت کے گھمنڈ کی وجہ سے ان لوگوں کو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی بلکہ عذاب ملتا ہے جیسا میں نے کہا بلکہ جھلسا دینے والی گرم ہوائیں ملتی ہیں اور قسم قسم کے مختلف عذاب ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا ہے۔ مختلف جگہوں پر ان عذابوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے لوگوں کی کفار سے مثال دی ہے کہ ان کی مثال تو ایسے ہو جاتی ہے۔

لیکن نیک اعمال بجا لانے والوں کیلئے اللہ کا خوف دل میں رکھنے والوں کیلئے اسکی رضا کے طلبگاروں کیلئے اسکی مغفرت اور رحمت اور اسکی رضا کی چادر حاصل کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ پھر یہ چیزیں عطا فرماتا ہے اور اپنے سائے میں لے لیتا ہے۔ ہر گرمی سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے اور ہر تپش سے مومن کی بچت ہوتی ہے۔ اور نہ صرف بچت ہوتی ہے بلکہ اس مغفرت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھ کر زندگی گزارنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے ٹھنڈی ہوائیں ہیں ہمیشہ رہنے والے سبزے ہیں۔ آنکھوں کو تازہ کرنے والے نظارے ہیں، جنت کی مختلف نعمتیں ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اے مومنو! کسی دھوکے میں نہ رہنا۔ شیطان نے تو یہ قسم کھائی ہوئی ہے کہ میں تمہیں دنیا کے گند اور اسکی چکا چوند میں ہر وقت ڈبونے کی کوشش کروں گا اسکی ظاہری خوب صورتی کے نظارے دکھاؤں گا۔ اسکی زینتیں تم پر اس طرح ظاہر کروں گا کہ تم بے قرار ہو کر اسکی طرف دوڑتے چلے جاؤ گے۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ صرف اور صرف شیطان کے دھوکے ہیں۔ یہ زندگی کا عارضی سامان ہے جو تمہیں اس دنیا میں بھی خدا سے دور لے جانے والا ہے اور نتیجۃً اگلے جہان میں بھی اُن دائمی جنتوں سے محروم کرنے والا ہے جن کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

پس ایک احمدی کو خواہ وہ عورت ہو یا مرد اس طرز پر سوچنا چاہئے اس طرح سے اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا میں اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کر رہا ہوں۔ مَیں جو یہ دعویٰ کرتا ہوں یا کرتی ہوں کہ میں نے آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانے کے امام کو مانا ہے میں جو ان خوش قسمتوں میں شامل ہو گئی ہوں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعۃ: 4) یعنی اور ان کے سوا وہ دوسری قوم میں بھی اسے بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بگڑی ہوئی قوم کو سیدھے راستہ پر چلا دیا تھا جو دین سے بہت دور جا پڑے تھے، اندھیرے میں پڑے ہوئے تھے۔ انہیں خدا تعالیٰ کی ایسی پہچان کروادی جو ایک نشان کے طور پر ہے اور ان میں عظیم الشان پاک تبدیلیاں پیدا کر دیں، یہ خلاصہ ہے حضرت مسیح موعودؑ کا جو میں اپنے الفاظ میں پیش کر رہا ہوں۔ پھر آگے

حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں ہی بیان کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ’’ایک گروہ اور ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ وہ بھی اول تاریکی اور گمراہی میں ہونگے اور علم اور حکمت اور یقین سے دور ہونگے تب ان کو بھی خدا صحابہؓ کے رنگ میں لائے گا یعنی جو کچھ صحابہؓ نے دیکھا وہ ان کو بھی دکھایا جائے گا۔‘‘

پس ہر ایک اپنا جائزہ لے کہ کیا جس مقصد کیلئے ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو مانا ہے، آپ کی بیعت میں شامل ہوئے ہیں اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے ہمارے قدم بڑھ رہے ہیں یا ہم وہیں کھڑے ہیں۔ صحابہؓ نے اپنے اندر کس طرح تبدیلیاں پیدا کیں اور صحابیات نے اپنے اندر کس طرح پاک تبدیلیاں پیدا کیں۔ دنیا کے کھیل کود کو کس طرح انہوں نے ٹھکرا دیا۔ کس طرح عبادتوں کے معیار قائم کئے۔ کس طرح مالی قربانیوں کے معیار انہوں نے قائم کئے۔ ایسی ایسی صحابیات بھی تھیں جو ساری ساری رات عبادتیں کرتی تھیں اور دن کو روزے رکھتی تھیں آخر ان کے خاوندوں کی شکایت پر آنحضرت ﷺ نے ان کو تسلسل سے اتنی زیادہ عبادتیں کرنے سے منع فرمایا۔ ان کے خاوندوں کو ان سے یہ شکوہ نہیں تھا کہ وہ دنیا داری میں پڑی ہوئی ہیں، روز نئے نئے مطالبے ہو رہے ہیں۔ بلکہ ان کے خاوندوں کو اگر کوئی شکوہ تھا تو یہ کہ یہ اپنی عبادتوں میں ضرورت سے زیادہ پڑی ہوئی ہیں اور خاوند اور بچوں کے حقوق صحیح طور پر ادا نہیں کر رہیں۔ تو اسلام جو بڑا سمویا ہوا مذہب ہے نہ افراط ہے نہ تفریط ہے۔ یہ تو وہ مذہب ہے جو ہر ایک کے حقوق قائم کرنے کے نہ صرف دعویٰ کرتا ہے بلکہ اس نے حقوق قائم بھی کئے ہیں۔ اللہ کے حقوق بھی قائم کئے ہیں اور بندوں کے حقوق بھی قائم کئے ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا اس کے ماننے والوں نے خواہ وہ عورتیں تھیں یا مرد، عبادتوں کے بھی اعلیٰ معیار قائم کئے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کے بھی اعلیٰ معیار قائم کئے۔ ان عورتوں نے اپنے خاوندوں کے حقوق بھی ادا کئے اور بچوں کے حقوق بھی ادا کئے اور نہ صرف ادا کئے بلکہ جیسا کہ میں نے کہا ان کے اعلیٰ معیار قائم کئے۔

پس ان نمونوں پر آج کی احمدی عورت کو بھی غور کرنا ہوگا تب ہی وہ پہلوں سے ملنے والی کہلا سکتی ہیں۔ آج آپ ہی ہیں جنہوں نے اپنے اندر پاک تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اپنے خاوندوں اور بچوں کی طرف بھی توجہ دینی ہے اور ان کو بھی یہ توجہ دلانی ہے کہ اس مسیح پاک کی جماعت میں شامل ہو کر تم بھی اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرو اور پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی طرف قدم بڑھاؤ جس سے وہ مقام حاصل ہو جو پہلوں کو اپنے اندر پاک تبدیلیاں کر کے حاصل ہوا تھا۔ اپنی نسلوں کے ذہنوں میں بھی یہ بات راسخ کرنی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل ہونے کے مقصد کو تم تب ہی ادا کر سکتے ہو جب دنیا کے کھیل کود تمہاری زندگی کا مقصد نہ ہو۔

پس اس لحاظ سے احمدی عورت کا مقام اور ذمہ داری انتہائی اہم ہے کیونکہ احمدیت کی آئندہ نسل کی پرورش آپ کی گود میں ہو رہی ہے یا ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تا کہ آپ اور آپ کی نسلیں اس طرزِ عمل کی مصداق نہ بنیں جو کھیل کود میں مصروف ہو کر نبی کو اکیلا چھوڑنے والے ہوں۔ بلکہ ہر وقت اس سودے اور تجارت کی تلاش میں رہیں کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اس کھیل کود، خواہشات اور تمہاری خواہشات کے مقابلہ میں بہت اچھا ہے۔ بلکہ یہی ہے جس سے تم اس دنیا میں بھی جنت حاصل کرنے والے ہوگے اور آئندہ زندگی میں بھی۔ پس یہ سوچ ہے جو ہر احمدی کو رکھنی چاہئے اور احمدی عورتوں کو خاص طور پر میں زور دے کر اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جیسا کہ مَیں نے کہا آپ صرف اپنی ذمہ دار ہی نہیں بلکہ آپ آئندہ نسلوں کی بھی ذمہ دار ہیں۔ خاوندوں کے گھروں کی نگران ہونے کی حیثیت سے آپ صرف اپنی زینتوں کو چھپانے والی اور ان کی حفاظت کرنے کی ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ مستقبل کے جو باپ اور مائیں بننے والے ہیں انہوں نے بھی وہی رنگ اختیار کرنا ہے جو آپ نے اختیار کیا ہوا ہے، جس کے مطابق آپ اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اس لئے آپ اگلی نسلوں کی زینتوں کی بھی ذمہ دار ہیں۔ اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ کی زینت اور آپ کا فخر ظاہری سج دھج اور مال و متاع یا اولاد نہ ہو جیسا کہ آیت میں ذکر ہے بلکہ آپ اپنے مقام کو سمجھتے ہوئے اس زینت کو اختیار کریں جس کو اللہ نے مومنوں کیلئے پسند کیا ہے اور جس کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۔ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (سورۃ الاعراف: 27) کہ اے بنی آدم! یقیناً ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہاری کمزوریوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کے طور پر ہے اور ہاں تقویٰ کا لباس جو سب سے بہتر ہے یہ اللہ کی آیات میں سے کچھ ہیں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

دیکھیں فرمایا کہ سب سے بہتر لباس تقویٰ کا ہے جس سے تمہاری زینت بڑھتی ہے۔ اس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنے ذہن سے یہ بات نکال دو کہ یہ دنیا کی چکا چوندھ یہ مال و متاع تمہاری زینت ہیں۔ یہ تمہاری زینت نہیں ہیں، نہ ہی تمہارے لئے فخر کا مقام ہے۔ یہ سب عارضی چیزیں ہیں، دھوکے ہیں۔ اگر کسی آفت کی وجہ سے ضائع ہو جائیں تو یہ دنیا جس کی تمہارے نزدیک بہت وقعت ہے یہی تمہارے لئے جہنم بن جاتی ہے جیسا کہ مَیں پہلے کہہ آیا ہوں۔ پس اپنے مقصدِ پیدائش کو پہچانتے ہوئے اس چیز سے اپنے آپ کو سجاؤ جو تمہارے ہمیشہ کام آئے اور وہ ہے تقویٰ۔ اللہ تعالیٰ کا خوف، اس سے پیار، اس سے محبت۔ اور یہی چیز ہے جو تمہاری خوبصورتی کو اور بڑھائے گی۔

اب دیکھیں لباس کا مقصد، مثلاً عورتیں اچھی قسم کے جوڑے پہنتی ہیں اور لباس کی بڑی دلدادہ ہوتی ہیں۔ جنہیں توفیق ہو کپڑے سلوانے کیلئے بڑی محنت کرتی ہیں بڑے بڑے اچھے درزیوں کے پاس جاتی ہیں کہ وہ اچھے اور نئے ڈیزائن کے کپڑے سلوائیں اور پھر ہر کوئی اپنی توفیق کے مطابق نئے اعلیٰ اور عمدہ کپڑے سلوانے کی کوشش کرتا ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو سادگی سے زندگی گزارنے والے ہوں۔ کپڑے سلوانے میں عموماً بڑا تردّد کیا جاتا ہے۔ یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ ایک تو جو بنیادی مقصد ہے، جو ہونا چاہئے وہ یہی ہے کہ کپڑے اس لئے پہنے جاتے ہیں کہ اپنے تن کو ڈھانپا جائے اور ایک احمدی کی حیثیت سے تو چاہے وہ امیر عورت ہو یا غریب ہو، زیادہ خرچ کرنے والا ہو یا کم خرچ کرنے والا ہو، اس کا کم از کم ایک بہت بڑا مقصد یہی ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ننگ کو ڈھانپا جائے اور دوسرا یہ بھی ساتھ ہے کہ فیشن بھی کیا جائے ایسے ڈیزائن بھی پہنے جائیں جو اس ننگ کو ڈھانپنے کے ساتھ ساتھ فیشن ایبل بھی ہوں۔ لیکن اسکے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہوتے ہیں جن کا مقصد صرف دنیا کو مرعوب کرنا اور فیشن کرنا ہوتا ہے وہ اس بنیادی مقصد کی طرف کم توجہ دیتے ہیں۔ اس لئے یورپ میں دیکھ لیں کہ اس مقصد کو بھلانے کی وجہ سے کہ ننگ کو ڈھانپنا ہے اسکی بجائے یہاں آپ کو عجیب عجیب قسم کے بے ڈھنگے اور ننگے لباس نظر آتے ہیں۔ اور پھر ان ننگے لباس کے اشتہاروں وغیرہ کی فلم بھی اخباروں میں ٹی وی وغیرہ پر آتی ہے۔ تو بہرحال جن لوگوں میں کچھ شرافت ہے ان کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ اپنے ننگ کو چھپایا جائے اور پھر ٹھیک ہے ظاہری طور پر فیشن بھی تھوڑا بہت کر لیا جائے لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا ایک احمدی عورت کا بنیادی مقصد یہی ہے اور یہی ہونا چاہئے کہ ننگ کو ڈھانپا جائے۔ عورت کی یہ فطرت ہے، جس طبقہ میں اور جس سوچ کی بھی ہو، ایک بات یہ ہے کہ اپنے ماحول میں دوسروں سے نمایاں نظر آنے کی خواہش ہوتی ہے۔ احمدی معاشرے میں اس نمایاں ہونے کے اظہار کا اپنا طریق ہے۔ شاید یہاں ایک آدھ مثال کہیں ملتی ہو جہاں حیا کو زینت نہ سمجھا جاتا ہو لیکن عموماً احمدی لڑکی اور احمدی عورت اپنے لباس میں حیا کے پہلو کو مدِ نظر رکھتی ہے۔ جبکہ مغرب میں جیسا کہ میں نے کہا یہاں معاشرے میں حیا کا تصور ہی اٹھ گیا ہے اس لئے یہاں ان قوموں میں جو لباس ہے یہ یا تو موسم کی سختی سے بچنے کیلئے پہنتے ہیں یا فیشن کیلئے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان لوگوں کو عقل دے اور خدا کا خوف ان میں پیدا ہو۔

بہرحال ہم جب بات کرتے ہیں احمدی معاشرہ کی عورت کی کرتے ہیں۔ لیکن اس معاشرے میں رہنے کی وجہ سے خطرہ ہے کہ کہیں اِکّا دُکّا کوئی احمدی لڑکی ان سے متاثر نہ ہو جائے۔ بہرحال مَیں ذکر کر رہا تھا کہ یہ خطرہ ہے کہ اس معاشرے کا اثر کہیں احمدیوں پر بھی نہ پڑ جائے۔ عموماً اب تک تو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہوا ہے شاید اِکّا دُکّا کوئی مثال ہو اس کے علاوہ۔ لیکن یہ جو فکر ہے یہ مجھے اس لئے پیدا ہو رہی ہے کہ اسکی طرف پہلا قدم ہمیں اٹھتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ کیونکہ اس معاشرے میں آتے ہی جو پردے کی اہمیت ہے وہ نہیں رہی۔ وہ اہمیت پردے کو نہیں دی جاتی جس کا اسلام ہمیں حکم دیتا ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ احمدی عورت کو پردے کا خیال ازخود رکھنا چاہیے۔ خود اسکے دل میں احساس پیدا ہونا چاہئے کہ ہم نے پردہ کرنا ہے، نہ یہ کہ اسے یاد کروایا جائے۔ احمدی عورت کو تو پردے کے معیار پر ایسا قائم ہونا چاہیے کہ اس کا ایک نشان نظر آئے اور یہ پردے کے معیار جو ہیں ہر جگہ ایک ہونے چاہئیں۔ یہ نہیں کہ جلسہ پر یا اجلاسوں پر یا مسجد میں آئیں تو حجاب اور پردے میں ہوں، بازاروں میں پھر رہی ہوں تو بالکل اور شکل نظر آتی ہو۔ احمدی عورت نے اگر پردہ کرنا ہے تو اس لئے کرنا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور معاشرے کی بدنظر سے اپنے آپ کو بچانا ہے اس لئے اپنے معیاروں کو بالکل ایک رکھیں، دوہرے معیار نہ بنائیں۔ اور یہاں کی پڑھی لکھی لڑکیاں یہاں کی پرورش پانے والی لڑکیاں ان میں ایک خوبی بہرحال ہے کہ ان میں ایک سچائی ہے، صداقت ہے، ان کو اپنا سچائی کا معیار بہرحال قائم رکھنا چاہئے۔ یہاں نوجوان نسل میں ایک خوبی ہے کہ انہیں برداشت نہیں کہ دوہرے معیار ہوں اس لئے اس معاملے میں بھی اپنے اندر یہ خوبی قائم رکھیں کہ دوہرے معیار نہ ہوں۔ اپنے لباس کو ایسا رکھیں جو ایک حیا والا لباس ہو۔ دوسرے جو پردے کی عمر کو پہنچ گئی ہیں وہ اپنے لباس کی خاص طور پر احتیاط کریں اور کوٹ اور حجاب وغیرہ کے ساتھ اور پردے کے ساتھ رہنے کی کوشش کریں۔ غیروں سے پردے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ دیا ہوا ہے۔ یہ کہیں نہیں لکھا کہ خاوندوں کے دوستوں یا بھائیوں کے دوستوں سے اگر وہ گھر میں آ جائیں تو پردہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ یا بازار میں جانا ہے تو پردہ چھوڑنے کی اجازت ہے یا تفریح کیلئے پھرنا ہے تو پردہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ حیادار لباس بہرحال ہونا چاہئے اور جو پردے کی عمر میں ہے ان کو ایسا لباس پہننا چاہئے جس سے احمدی عورت پر یہ انگلی نہ اٹھے کہ یہ بے پردہ عورت ہے۔ کام پر اگر مجبوری ہے تو تب بھی پورا ڈھکا ہوا لباس ہونا چاہیے اور حجاب ہونا چاہئے۔ تو پردہ جس طرح جماعتی فنکشن پر ہونا ضروری ہے عام زندگی میں بھی اتنا ہی ضروری ہے۔

بہرحال عورت کی زینت کی بات ہو رہی ہے اور لباسِ تقویٰ کی بات ہو رہی تھی کہ زینت جو ہے وہ تقویٰ کے لباس میں ہی ہے یعنی اس کا ہر فعل خدا تعالیٰ کے خوف اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہو۔ یہ نہ ہو کہ اپنی نفسانی خواہشات کو ترجیح دیتے ہوئے عمل ہو رہے ہوں۔ پس اگر ہر احمدی

عورت اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگی گزار رہی ہوگی اور لباس تقویٰ کیلئے اس سے بڑھ کر تردّد کر رہی ہوگی جتنا کہ آپ اپنے ظاہری لباس کیلئے کرتی ہیں تو یہ لباس تقویٰ آپ کی چھوٹی موٹی روحانی اور اخلاقی بُرائیوں کو چھپانے والا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی نظر آپ پر ہوگی۔ اس وجہ سے کہ اللہ کا خوف ہے تقویٰ کو اپنا لباس بنانے کی کوشش کرتی ہیں خدا تعالیٰ کمزوریوں کو دور کرنے کی بھی توفیق دیتا ہے اور دے گا اور ایمان میں ترقی کرنے کی بھی توفیق دے گا۔ کیونکہ اس توجہ کی وجہ سے جو آپ اپنے آپ کو لباس تقویٰ میں سمیٹنے کیلئے کریں گی آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے جھکنے کے بھی مواقع ملیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے آگے نیک نیتی سے جھکنے والوں کی دعاؤں کو قبول بھی کرتا ہے، ان کو ضائع نہیں کرتا۔ پھر اس سے مزید نیکیوں کی توفیق ملتی چلی جائے گی۔ وہ ایسے جھکنے والوں کی طرف اپنی مغفرت کی چادر پھیلاتا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی چادر تلے آجائے تو پھر انہیں راستوں پر چلتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے راستے ہیں۔

پس ان تلاوت کی ہوئی آیات میں سے دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے ربّ کی مغفرت حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ اس دوڑ میں آپ سب شامل ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جنتوں کی وارث بنیں۔ یہ دنیا نیک اعمال کرکے ہی ملتی ہے، پاک زندگیاں بنانے سے ہی ملتی ہے۔ استغفار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے سے ملتی ہے۔ اپنی نسلوں کی پاک تربیت کرنے سے ملتی ہے، اپنے معاشرے کے حقوق ادا کرنے سے ملتی ہے۔ پس اللہ کے اس فضل کو سمیٹیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر اس فضل کو سمیٹنے والی بنیں، نہ کہ اپنی دولت، اپنی امارت، اپنی اولاد، اپنے خاندان پر فخر کرنے والی ہوں کیونکہ یہ سب تکبر کی قسمیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بڑا واضح فرمادیا ہے کہ مَیں تکبر کرنے والے اور بڑھ بڑھ کر اپنی دنیاوی چیزوں پر فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

ان عورتوں کو بھی آج یہ عہد کرنا چاہئے جو اپنے لڑکوں کے ذریعہ سے اپنی بہوؤں پر ظلم کرواتی ہیں اور ان کی زندگی اجیرن کی ہوئی ہے۔ یہ زندگی چند روزہ ہے اس میں تقویٰ پہ چلتے ہوئے بجائے اس کے کہ اس زندگی کو جنت بنائیں اپنے لئے بھی اور اپنے بیٹوں کیلئے بھی اور ان کی اولاد کیلئے بھی ان لغویات میں پڑ کر کہ بیٹا ہاتھ سے نہ چلا جائے سب کی زندگی جہنم بنا رہی ہوتی ہیں۔

اسی طرح بعض بہوئیں ہیں، اپنے خاوندوں کے ذریعہ سے اپنی ساسوں کے حقوق تلف کر رہی ہوتی ہیں۔ پس خدا کیلئے خدا کا خوف دل میں قائم کرتے ہوئے اپنے دلوں کے تکبر کو ختم کریں اور اپنے آپ کو تقویٰ کے لباس سے مزیّن کریں۔ اپنی اولادوں پر بھی رحم کریں اور ان کی نسلوں پر بھی رحم کریں۔ اگر ماؤں کو یہ خیال ہے کہ یہ ہمارے بیٹے ہیں اس لئے ہم جس طرح چاہیں ان کے ذریعہ سے اپنی بہوؤں پر ظلم کروالیں تو پھر آپ ان ماؤں میں شمار نہیں ہوسکتیں جن کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ کیونکہ آپ نے وہ تعلیم آگے پھیلائی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہے۔ یہ جاگ آپ نے لگائی ہے۔ جو ہوسکتا ہے کہ آگے آپ کی بہوؤں اور بیٹیوں میں بھی چلے اور بیٹوں میں بھی چلے۔ جب ان کو موقع ملے گا وہ بھی یہی سلوک اپنے بچوں سے کریں گے، اپنی بہوؤں سے کریں گے۔ تو خدا تعالیٰ کے حکموں کے خلاف چلنے سے جنّتیں نہیں ملا کرتیں۔ جو قانونِ قدرت ہے وہ تو اسی طرح نتیجے نکالے گا جس طرح کہ ایسے عملوں کے نتیجے نکلنے چاہئیں۔ پس یہ چیزیں بھی نفس کی خواہشات کے زمرہ میں آتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ساس بہو کے سلوک اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق نہیں تو یہ بھی نفس کی خواہشات ہیں اور پھر اس کے نتیجہ میں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بڑے خوفناک نتائج سامنے آئیں گے۔ پس اگر عذاب سے بچنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی چادر کے نیچے آنا ہے تو تمام نفسانی خواہشات کو ختم کرنا ہوگا، جلانا ہوگا، تباہ کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

پس یہ ایک دو مثالیں ہیں جو مَیں نے دی ہیں لیکن قرآنِ کریم ان حکموں سے بھرا پڑا ہے جو نیکیوں کو قائم رکھنے کیلئے ہمیں دیئے گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو ایک جگہ فرمایا ہے کہ ان کی تعداد سات سو تک ہے۔ پس اپنے آپ کو اور اپنی اولادوں کو جنت کے راستوں کی طرف چلانے کیلئے ان تمام حکموں پر چلنے کی کوشش کرنی ہوگی اور حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرنے ہوں گے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے بارے میں چھ باتوں کی ضمانت دو مَیں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ وہ چھ باتیں کیا ہیں جن کی آپ نے ہم سے ضمانت مانگی ہے۔

فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ گفتگو کرو تو سچ بولو۔ اب دیکھیں ہر کوئی اپنا جائزہ لے کہ کیا ہر معاملہ میں سچ بات کہتی ہیں۔ کئی باتیں ایسی آجاتی ہیں جہاں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ عورتیں عورتوں کو نیچا دکھانے کیلئے اپنے پاس سے بعض باتیں گھڑ کے مشہور کردیتی ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ مرد اس سے پاک ہیں لیکن جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں عورت کی گود میں تربیت پانے والے بچے بھی اسی طرح تربیت پائیں گے جیسی کہ ماں کی ہے۔

آنحضرتؐ تو اس حد تک فرماتے تھے کہ اگر تم اپنے بچے کو چیز دینے کیلئے بلاؤ اور پھر نہ دو تو تم نے جھوٹ بولا ہے۔ یعنی کہ مذاق میں بھی ایسی بات نہیں کرنی، ٹالنے کیلئے بھی ایسی بات نہیں کرنی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کسی شخص کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔ تو دیکھیں اس باریکی سے جاکر اگر اپنا جائزہ لیں تو پتا چلے گا کہ کس حد تک ہمارے سے بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں۔ کس حد تک احتیاط کی ضرورت ہے۔ کس حد تک پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بچہ اپنے ماں باپ کے زیر اثر رہ کر اور خاص طور پر ایک عمر تک ماں کے زیر اثر رہ کر وہی کچھ سیکھتا ہے جو ماں کا عمل ہو چاہے آپ اسکو وہ باتیں کہہ رہی ہوں یا نہ کہہ رہی ہوں۔ غیر محسوس طریقہ پر یا لاشعوری طور پر وہ چیزیں سیکھ رہا ہوتا ہے یا اثر قبول کر رہا ہوتا ہے۔

پھر دوسری بات جو آپؐ نے جنّت میں جانے کی ضمانت کے طور پر فرمائی وہ یہ ہے۔ فرمایا جب تم وعدہ کرو تو وفا کرو، اُسے پورا کرو۔ پس مومن کا وعدہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اُس نے وہ کام کرکے دکھا دیا ہو اور کام کر دیا ہو۔ پھر فرمایا جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو امانت رکھوانے والا اسے مانگے تو اسے دے دیا کرو پھر ٹال مٹول سے کام نہ لیا کرو۔ یہ امانت کا مضمون بھی بہت وسیع مضمون ہے اس وقت تو اس کی تفصیل نہیں بتائی جاسکتی لیکن بہر حال میں صرف اتنا بتا دیتا ہوں کہ احمدیت کی آئندہ نسلیں جو آپ کی گودوں میں پل رہی ہیں اور خاص طور پر واقفین نو، یہ آپ کے پاس جماعت کی امانت ہے۔ پس ان امانتوں کو بھی آپ نے اس طرح جماعت کو لوٹانا ہے جس طرح جماعت نے آپ سے توقع کی ہے، جس طرح خلیفۂ وقت نے آپ سے توقع کی ہے۔

پھر فرمایا کہ تیسری چیز جنت میں جانے کی ضمانت کے طور پر یہ ہے کہ اپنے فروج کی حفاظت کرو۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کان ناک منہ وغیرہ بھی ہیں۔ اس لئے ایک احمدی عورت کے کان لغویات سننے سے ہر وقت محفوظ رہنے چاہئیں۔ ایک احمدی عورت کو ہر اس نظارے کو دیکھنے سے اپنی آنکھ محفوظ رکھنی چاہئے جس سے دوسری عورت، احمدی ہو یا غیر ہو، اس کے عیب اسے نظر آتے ہوں کیونکہ ایک دوسرے کے عیب تلاش کرنے کا بعضوں کو بڑا شوق ہوتا ہے۔ ہر احمدی عورت کے منہ سے کبھی کوئی ایسا کلمہ نہ نکلے جو دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث ہو۔ پس اگر اس بات پر عمل کرنے لگ جائیں تو کبھی معاشرے میں جھگڑے نہ ہوں۔ ساس بہو، نند بھابھی میں آپس میں محبت اور پیار نظر آتا ہو تو سب ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے ہوں گے۔

پھر پانچویں بات آپ نے یہ بتائی فرمایا کہ غضِ بصر سے کام لینے والے ہوں۔ اور یہ غضِ بصر سے کام لینا ہی ہے جس پر اگر عمل کیا جائے مردوں کی طرف سے بھی اور عورتوں کی طرف سے بھی تو پردے کی طرف توجہ پیدا ہوسکتی ہے جس کا میں پہلے تفصیل سے ذکر کر آیا ہوں۔ اور چھٹی بات آپ نے یہ بیان فرمائی کہ اپنے ہاتھوں کو ظلم سے روکے رکھو۔ (الجامع الصغیر، باب حرف التاء، حدیث نمبر 3350)

ہاتھوں کو ظلم سے روکنے کا صرف یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی سے لڑائی نہیں کرنی بلکہ اس زمانہ میں ایک دوسرے کے خلاف خطوط لکھ کر یا کمپیوٹر وغیرہ کے ذریعہ باتیں پھیلا کر ایک دوسرے کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے یہ بھی اسی زمرہ میں آتا ہے۔ گو کہ اس میں مرد زیادہ نظر آتے ہیں لیکن بعض دفعہ عورتیں یہ ظلم کرواتی ہیں، مردوں کی مددگار بن رہی ہوتی ہیں یا مردوں کو اکسا رہی ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ کئی ایسے معاملات آجاتے ہیں، میرے پاس بھی آئے ہیں، کہ جن میں ماں نے بچے کو کہا کہ اس طرح اپنی سابقہ بیوی کے بارہ میں لکھ کر مختلف لوگوں کو بھیجو، بدنام کرنے کی کوشش کرو۔ ای میل کر دیتے ہیں، انٹرنیٹ پر دے دیتے ہیں یا ویسے خط لکھ دیتے ہیں تاکہ اس کا کہیں رشتہ نہ ہو۔ تو یہ انتہائی گھٹیا حرکتیں ہوتی ہیں۔ ہمیشہ ہر احمدی کو ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا جماعت پر بہت فضل ہے کہ کہیں کہیں اکّا دُکّا ایسے واقعات نظر آتے ہیں جو غیروں میں تو بہت زیادہ ہیں لیکن یہ اکّا دُکّا واقعات بھی جو ہیں، مَیں ہمیشہ کہا کرتا ہوں دل میں بے چینی پیدا کرنے والے ہوتے ہیں کہ یہ بُرائیاں کہیں بڑھ نہ جائیں۔ پس ہر احمدی عورت یہ جہاد کرے کہ اس نے ان بُرائیوں کو بڑھنے نہیں دینا۔ بلکہ نہ صرف بڑھنے نہیں دینا بلکہ نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔ ان

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اگر دلوں پر اثر اندازی چاہتے ہو تو عملی طاقت پیدا کرو کیونکہ عمل کے بغیر قولی طاقت اور انسانی قوت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ زبانی قیل وقال کرنے والے تو لاکھوں ہیں۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 67)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپورہ، صوبہ تامل ناڈو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

’’اَنْتَ مَعِیْ وَاَنَا مَعَکَ وَلَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا الْمُسْتَرْشِدُوْنَ‘‘ (تذکرہ، صفحہ 168)

تُو میرے ساتھ ہے اور مَیں تیرے ساتھ ہوں اور اسکی حقیقت کوئی نہیں جانتا مگر وہی جو رُشد رکھتے ہیں

(الہام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

بُرائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے تا کہ کہیں بھی وہ جماعت کے کسی طبقہ میں کبھی نظر نہ آئیں۔ اور جب یہ عمل کر رہی ہوں گی تو آپ میں سے ہر ایک اللہ کے رسولؐ کے وعدوں کے مطابق جنت کی وارث بن رہی ہوگی۔ جنت میں جانے کی ضمانت حاصل کرنے والی ہوگی اور نہ صرف خود جنت کی وارث بن رہی ہوگی بلکہ اپنی نسلوں کو بھی جنت کی ضمانت دے رہی ہوگی۔ کیونکہ ان پاک گودوں میں پلنے والے بچے بھی یقیناً نیکی اور پاکیزگی کے ماحول میں پرورش پاتے ہوئے آگے اپنی جنت بنانے والے ہوں گے۔ اور یوں سلسلہ درسلسلہ آپ اللہ کے رسولؐ کی جنت میں جانے کی ضمانت حاصل کرتی چلی جائیں گی۔ کیونکہ یہ نسلیں اس دعا سے فیض پانے والی اور وہ دعا کرنے والی نسلیں ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے کہ فرمایا رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۔اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (الاحقاف: 16) ’’اے میرے رب مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کرسکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیں اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جس سے تو راضی ہو اور میرے لئے میری ذریّت کی بھی اصلاح کر دے یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلا شبہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ لیکن آپ کو اپنے آپ کو اس دعا کا وارث بنانے کیلئے اور اپنی نسلوں کو بھی اس دعا کا فیض حاصل کرنے والا بنانے کیلئے تا کہ وہ بھی اللہ کے فضلوں کے وارث ہوں اور فرمانبرداروں میں شامل ہوں دعاؤں کے ساتھ نیک اعمال بھی بجا لانے ہوں گے جو اللہ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔ ان دعاؤں کے ساتھ جب نیک عمل ہو رہے ہونگے تو یہ اگلی نسل کی اصلاح کے بھی باعث بنا رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اسی طرح زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ: ’’دنیا سے اور اس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو۔ خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو ان کی حیثیت سے باہر ہیں۔ کوشش کرو کہ تا معصوم اور پاک دامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض نماز زکوٰۃ وغیرہ میں سُستی مت کرو۔ اپنے خاوندوں کی دل وجان سے مطیع رہو۔ بہت سا حصہ ان کی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ سوتم اپنی ذمہ واری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانتات میں گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو اور خاوندوں کے مالوں کو بے جا طور پر خرچ نہ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ گلہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاوے۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 81)

پس یہ ہیں وہ توقعات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک احمدی عورت سے رکھی ہیں اور یہ ہے وہ تعلیم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک احمدی عورت کو دی ہے۔ پس آپ میں سے ہر ایک جو یہاں بیٹھی ہے یا دنیا کے کسی کونے میں موجود ہے۔ ہر احمدی عورت جو ہے وہ اپنا جائزہ لے کہ وہ کہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توقعات پر پورا اتر رہی ہے۔ کہاں تک وہ اس عہد بیعت کو نبھا رہی ہے جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا ہے۔ اللہ کرے کہ ہر احمدی عورت ان توقعات اور تعلیمات پر پورا اُترنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی میں وہ روح پیدا کر دے اور جن میں وہ روح ہے ان میں وہ ہمیشہ قائم رکھے کہ وہ اس بنیادی تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں دی اور جس کو نئے سرے سے آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم میں جاری کیا۔ خدا کرے کہ آپ کی زینتیں اور آپ کے فخر دنیاوی ساز وسامان اور لہو ولعب نہ ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا ہو، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہو، اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنا ہو، آپ کا اوڑھنا بچھونا، اٹھنا بیٹھنا صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات کیلئے ہو۔ آپ کا تعلق کسی خاص وقت اور کسی خاص دور کیلئے جماعت کے ساتھ نہ ہو۔ آپ کا خلافت احمدیہ کے ساتھ تعلق اور پیار کا رشتہ عارضی اور وقتی نہ ہو بلکہ مستقل ہو، ہمیشہ رہنے والا ہو، اپنی نسلوں میں جاری کرنے والا ہو۔ اور آپ کے خدا تعالیٰ کی خاطر اس تعلق کی وجہ سے آپ کی گودوں میں پرورش پانے والی مائیں اور آپ کی گودوں میں پرورش پانے والے مستقبل کے باپ جماعت احمدیہ کو ہمیشہ ملتے رہیں جن کی گودوں اور تربیت سے وہ بچے پروان چڑھیں جو جماعت اور خلافت احمدیہ پر جان نچھاور کرنے والے ہوں۔ آپ کی گودوں سے وہ بچے پل کر جوان ہوں جن کی زندگیوں کا مقصد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھانا ہو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھنڈا تمام دنیا پر گاڑنا ہو اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہو۔ اللہ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اس سوچ اور عمل کے ساتھ زندگی گزارنے والا ہو۔ اور جب خدا کے حضور حاضر ہوں تو خدا کی پیار کی نظر ہم پر پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کہے کہ اے میری بندیو اور اے میرے بندو! تمہارے عمل سے میں خوش ہوا۔ تم جو پاک تربیت یافتہ نسل پیچھے چھوڑ آئے ہو اس سے میں خوش ہوا، اب جاؤ جنت کے جس دروازہ سے تم جنت میں داخل ہونا چاہتے ہو، ہو جاؤ اور میری رضا کے پھل کھاؤ۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اے میرے خدا رحم اور فضل کرنے والے خدا یہ سب عمل جو تیری رضا حاصل کرنے والے ہیں تیرے فضل کے بغیر نہیں ہوسکتے۔ پس تو ہمیشہ ہم پر فضل کی نظر رکھنا اور ہمیں ان راہوں پر چلانا جو تیری رضا کی راہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین!

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 11 مئی 2007)

......☆......☆......☆......

بقیہ خطبہ بطرز سوال وجواب از صفحہ 19

ہو کر کوئی ایسا فعل نہ کرے جو اس کو آخرت میں تکلیف پہنچائے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اُس سے اُس کی رعیت کے بارہ میں دریافت کیا جائے گا۔

سوال حضور انور نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے متعلق کیا انتہائی اہم نکتہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جو آیت شروع میں تلاوت کی اس کے آخر پر اللہ فرماتا ہے کہ جو مَیں تمہیں حکم دے رہا ہوں وہ انتہائی بنیادی حکم ہے۔ اگر تم اس پر عمل کرتے رہے تو کامیابیاں تمہاری ہیں۔ جب خدا تعالیٰ تمہیں کسی بات کا حکم دیتا ہے تو حکم کر کے چھوڑ نہیں دیتا بلکہ تم پر گہری نظر رکھنے والا بھی ہے کہیں اس کے احکام کی ادائیگی میں تم خیانت تو نہیں کر رہے۔ اگر خیانت کر رہے ہو تو اس کے جو منطقی نتائج سامنے آنے چاہئیں وہ تو نکلیں گے اور ساتھ ہی جو امانت تمہارے سپرد کی گئی ہے وہ بھی تم سے واپس لے لی جائے گی۔

سوال حضور انور نے عہدے داروں کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ہمارے نظام جماعت میں عہدیداروں کا نظام مختلف سطحوں پر ہے۔ ہر احمدی جس ملک میں رہتا ہے اس ملک میں دنیاوی سطح پر امانتیں اہل لوگوں کے سپرد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جہاں اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے اس فرض کی صحیح ادائیگی کرے اور حق دار لوگوں تک اس امانت کو پہنچائے، وہاں نظام جماعت بھی ہر احمدی سے خواہ عہدیدار ہو یا عام احمدی اس سے یہی توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنی امانتوں کی صحیح ادائیگی کرے۔

سوال عہدے دار کے انتخاب کے وقت کن باتوں کو مد نظر رکھنا چاہئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: افراد جماعت جو نظام جماعت چلانے کے لئے عہدیدار منتخب کرتے ہیں، ان کا کیا فرض ہے، انہوں نے کس طرح جماعت کی اس امانت کو جو ان کے سپرد کی گئی ہے صحیح حقداروں تک پہنچانا ہے۔ دعا کر کے اپنے ووٹ کے صحیح استعمال کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک متقی کی کوشش ہونی چاہئے کہ اس کو ووٹ دیا جائے جو آپ کے نزدیک سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا ہے۔ جس عہدے کے لئے منتخب ہو رہا ہے اس کا کچھ نہ کچھ علم بھی اس کو ہو۔ جماعت کے کاموں کے لئے وقت بھی دے سکتا ہو۔

سوال جو لوگ عہدہ مانگتے ہیں انہیں حضور انور نے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں عہدیدار بناؤ۔ ان کے بارہ میں یہ حدیث ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے حقائق الفرقان میں Quote کی ہے کہ حضرت نبی کریمؐ کے روبرو دو شخص آئے کہ ہمیں کام سپرد کیجئے، ہم اس کے اہل ہیں۔ فرمایا: جن کو ہم حکم فرمادیں، خُدا اُن کی مدد کرتا ہے۔ جو خود کام کو اپنے سر پر لے، اس کی مدد نہیں ہوتی۔ پس تم عہدے اپنے لئے خود نہ مانگو۔

سوال حضور انور نے کن باتوں کو یاد رکھنے کی تلقین فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: عہدیداران کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر کسی دفتر میں کسی عہدیدار کے پاس کوئی معاملہ آتا ہے، چاہے وہ ان کی نظر میں انتہائی چھوٹے سے چھوٹا معاملہ ہو۔ وہ اس کے پاس امانت ہے اور اس کو حق نہیں پہنچتا کہ اس سے آگے یہ معاملہ لوگوں تک پہنچے۔ یہ ایک امانت ہے۔ اگر کوئی کسی عہدیدار سے یا کسی بھی شخص سے مشورہ کرتا ہے تو مشورہ دینے کے بعد تمہارا کوئی حق نہیں بنتا کہ اس کی بات آگے کسی اور سے کرو۔ یہ خیانت ہے۔

سوال آنحضرتؐ نے قیامت کی کیا نشانی بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جب امانتیں ضائع ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرنا۔ سائل نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کے ضائع ہونے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: جب نااہل لوگوں کو حکمران بنایا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔

سوال آنحضرتؐ نے امانت میں خیانت کرنے والوں اور ناجائز طریق پر مال حاصل کرنے والوں کو کیا تنبیہ فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ نے فرمایا: جس میں امانت نہیں، اس میں ایمان نہیں جس کو عہد کا پاس نہ ہو اس میں دین نہیں۔ جو کوئی کسی ناجائز کمائی سے کوئی مال پائے گا اور اُس میں سے خرچ کرے گا تو اُس کو اُس میں برکت نہیں دی جائے گی، اور اگر اُس میں سے خیرات کرے گا تو قبول نہیں ہوگی اور جو اُس میں سے بچ رہے گا وہ اُسے دوزخ کی طرف لے جانے کا موجب ہوگا۔

سوال وہ عہدے دار جو تقویٰ سے خدمات انجام دیتے ہیں انہیں آنحضرتؐ نے کیا خوشخبری عطا فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ مسلمان جو مسلمانوں کے اموال کا نگران مقرر ہوا اگر وہ امین اور دیانتدار ہے اور جو اسے حکم دیا جاتا ہے اسے صحیح صحیح نافذ کرتا ہے اور جسے کچھ دینے کا حکم دیا جاتا ہے اسے پوری بشاشت اور خوش دلی کے ساتھ اس کا حق سمجھتے ہوئے دیتا ہے تو ایسا شخص بھی عملاً صدقہ دینے والے کی طرح صدقہ دینے والا شمار ہوگا۔

سوال جن مجالس میں نظام جماعت کے خلاف باتیں ہو رہی ہوں ان کے متعلق حضور انور نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اگر کسی مجلس میں نظام کے خلاف یا کسی کارکن کے خلاف باتیں ہو رہی ہوں تو پہلے تو وہیں بات کرنے والے کو سمجھا کر بات کو ختم کر دینا مناسب ہے اور وہیں اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر اصلاح کی کوئی صورت نہ ہو تو پھر بالا افسران تک اطلاع کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ بعض کارکن بھی اس میں Involve ہو جاتے ہیں۔ اس لئے تمام کارکنان اور عہدیداران کو جو ایسی باتیں کرتے ہیں ان کو اپنے عہدوں اور اپنے مقام کی وجہ سے ایسی باتیں کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

سوال کن مجالس کی گفتگو امانت نہیں ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: مجالس کی گفتگو امانت ہے سوائے تین مجالس کے۔ ایسی مجلس جو ناحق خون بہانے والوں کے باہمی مشورہ کی مجلس ہو۔ پھر وہ مجلس جس میں بدکاری کا منصوبہ بنے۔ اور پھر وہ مجلس جس میں کسی کا مال ناحق دبانے کا منصوبہ بنایا جائے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھنے کے متعلق کیا نصیحت فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کا نفس اور اس کے تمام قویٰ اور آنکھ کی بینائی اور کانوں کی شنوائی اور زبان کی گویائی اور ہاتھوں اور پیروں کی قوت یہ سب خدا تعالیٰ کی امانتیں ہیں جو اس نے ہمیں دی ہیں۔ پس ان تمام امانتوں کی رعایت رکھنا یہ ہے کہ باریک در باریک تقویٰ کی پابندی سے خدا تعالیٰ کی خدمت میں نفس اور اس کے تمام قویٰ اور جسم اور اس کے تمام قویٰ اور جوارح سے لگایا جائے اس طرح پر کہ گویا یہ تمام چیزیں اس کی نہیں بلکہ خدا کی ہو جائیں۔ ☆......☆

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی روشنی میں اہلِ بیت اور خلفائے راشدینؓ کی فضیلت کا ایمان افروز بیان

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 28/ اگست 2020 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بحیثیت حکم وعدل کیا کام بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود کو حکم اور عدل بنا کر بھیجا ہے۔ وہ حکم اور عدل جس نے اسلام کی حقیقی تعلیم کی روشنی میں تمام مسلمانوں کو امّتِ واحدہ بنانا تھا۔ جس نے مختلف مسالک اور فرقوں کی غلط تشریحات اور فروعی اختلافات کو دور کر کے امّتِ واحدہ بنانا تھا۔

سوال حضور انور نے جماعت احمدیہ کی کیا خصوصیت بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جماعتِ احمدیہ کسی فرقے یا مسلک کے فرق یا اختلافِ نظریات اور تشریح و تفسیر پر قائم ہونے والی جماعت نہیں ہے بلکہ یہ آنحضرتؐ کی پیشگوئی کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق آخری زمانے میں آپؐ کے غلامِ صادق کے ذریعے قائم ہونے والی جماعت ہے جس نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آ کر انہی اختلافات کو جو شیعہ، سنی یا دیگر فرقوں کے درمیان ہیں ختم کر کے امتِ واحدہ بننا ہے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جماعت کے قیام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا الہام ہوا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا کہ ''سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیۡنٍ وَّاحِدٍ۔''

سوال حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کس لیے قائم ہوئی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مسیح موعود اور حکم و عدل کی جماعت اختلافات ختم کرنے کے لیے قائم ہوئی ہے اور باوجود مخالفتوں، مقدموں، سختیوں اور گالیوں کے ہماری طرف سے ہر ایک کو امن اور سلامتی اور دعا کا ہی پیغام ہوتا ہے۔ ہم نے حق کو پھیلانے اور حق بات کہنے سے نہیں رکنا۔

سوال حضور انور نے ماہ محرّم کے حوالے سے مسلمانوں کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: انگریزی سال کے شروع ہونے پر ہم ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اسلامی سال کے شروع ہونے پر کئی مسلمان ملکوں میں فرقہ واریت کی وجہ سے قتل و غارت گری ہوتی ہے۔ وہ دین جو امن اور سلامتی کی اعلیٰ ترین تعلیم دینے والا دین ہے کیوں اسکے ماننے والے اپنے سال کا آغاز فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری سے کرتے ہیں؟ ہمیں سوچنا چاہیے۔ ہمیں اپنے رویوں کو بدلنا چاہیے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کس طرح ہم مسلمانوں کو امتِ واحدہ بنا کر ان فسادوں اور دہشت گردیوں کو ختم کر سکتے ہیں؟

سوال آنحضورؐ نے اسلام کی ترقی کے متعلق کیا خبر دی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ہمارے آقا و مطاع حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰؐ نے یہ خوشی کی خبر بھی دی تھی کہ خلافت علی منہاج نبوت قائم ہوگی۔ وہی معاملہ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف ہوا تھا وہی معاملہ آخری زمانے میں خلافت علی منہاج نبوت کے قیام کے بعد مسلمانوں کو امتِ واحدہ بنانے کا ذریعہ بھی بن جائے گا۔ مسلمانوں کی ترقی اور اکائی کا ایک روشن نشان بن جائے گا۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا کیا مقام و مرتبہ بیان فرمایا ہے؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: میری حیثیت ایک معمولی مولوی کی حیثیت نہیں ہے بلکہ میری حیثیت سنن انبیاء کی سی حیثیت ہے۔ مجھے ایک سماوی آدمی مانو پھر یہ سارے جھگڑے اور تمام نزاعیں جو مسلمانوں میں پڑی ہوئی ہیں ایک دم میں طے ہو سکتی ہیں۔ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر حکم بن کر آیا ہے جو معنی قرآن شریف کے وہ کرے گا وہی صحیح ہوں گے اور جس حدیث کو وہ صحیح قرار دے گا وہی صحیح حدیث ہوگی۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خلفائے راشدین کا کیا مقام و مرتبہ بیان فرمایا ہے؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو۔ وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کا کیا مقام و مرتبہ بیان فرمایا؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: مَیں سچ کہتا ہوں کہ ابوبکر صدیقؓ اسلام کے لیے آدم ثانی ہیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آنحضرتؐ کے بعد ابوبکرؓ کا وجود نہ ہوتا تو اسلام بھی نہ ہوتا۔ ابوبکر صدیقؓ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اسلام کو دوبارہ قائم کیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا اور وعدہ کیا تھا کہ مَیں سچے خلیفہ پر اَمن کو قائم کروں گا۔ یہ پیشگوئی حضرت صدیقؓ کی خلافت پر پوری ہوئی۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت عمرؓ کا کیا مرتبہ بیان فرمایا؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمرؓ کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ دوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خلفائے راشدین کی کیا کیا خصوصیات بیان فرمائیں؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق عمرؓ اور حضرت ذوالنورین ''یعنی حضرت عثمانؓ'' اور حضرت علی مرتضیٰؓ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لیے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت علیؓ کا کیا مقام و مرتبہ بیان فرمایا؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علیؓ متلاشیانِ (حق) کی امید گاہ اور سخیوں کا بے مثال نمونہ اور بندگانِ (خدا) کے لیے حجۃ اللہ تھے۔ نیز اپنے زمانے کے لوگوں میں بہترین انسان اور ملکوں کو روشن کرنے کے لیے اللہ کے نور تھے لیکن آپ کی خلافت کا دور امن و امان کا زمانہ نہ تھا بلکہ فتنوں اور ظلم و تعدی کی تندہواؤں کا زمانہ تھا۔ عوام الناس آپ کی اور ابن ابی سفیان کی خلافت کے بارے میں اختلاف کرتے تھے لیکن سچ یہ ہے کہ حق (علی) مرتضیٰؓ کے ساتھ تھا اور جس نے آپؓ کے دور میں آپؓ سے جنگ کی تو اس نے بغاوت اور سرکشی کی۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے عالم بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کے متعلق کیا کشف دیکھا تھا؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے عالم بیداری میں انہیں دیکھا (یعنی حضرت علی کو) آپؓ نے خدائے علّام الغیوب کی کتاب کی تفسیر مجھے عطا کی اور فرمایا یہ میری تفسیر ہے اور یہ اب آپ کو دی جاتی ہے۔ میں نے آپ کو خَلق میں متناسب اور خُلق میں پختہ اور متواضع منکسر المزاج، تاباں اور منور پایا اور آپؓ مجھ سے بڑی محبت و الفت سے ملے اور آپؓ کے ساتھ حسنؓ اور حسینؓ اور سید الرسل خاتم النبیینؐ بھی تھے اور ان کے ساتھ ایک نہایت خوبرو، صالحہ، جلیلۃ القدر، بابرکت، پاکباز، لائق تعظیم، باوقار، ظاہر و باہر نورِ مجسّم جوان خاتون بھی تھیں جنہیں میں نے غم سے بھرا ہوا پایا لیکن وہ اسے چھپائے ہوئے تھیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ آپؓ حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہیں۔

سوال حضرت امام حسینؓ نے شہادت کے وقت اپنے دشمنوں کے متعلق کیا فرمایا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے شہادت سے قبل آپؓ کو یہ کہتے سنا کہ اللہ کی قسم! میرے بعد بندگانِ خدا میں سے کسی بھی ایسے بندے کو قتل نہیں کرو گے جس کے قتل پر میرے قتل سے زیادہ خدا تعالیٰ تم پر ناراض ہو۔ واللہ! مجھے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر کے مجھ پر کرم کرے گا اور پھر میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت امام حسینؓ کا کیا مقام و مرتبہ بیان فرمایا ہے؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبتِ الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔

سوال حضور انور نے خطبہ جمعہ کے آخر میں افراد جماعت کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آج کل ہمیں چاہیے کہ دعاؤں پر بہت زور دیں۔ درود شریف پڑھنے پر بہت زور دیں اور جتنا اللہ تعالیٰ کے حضور ہم جھکیں گے اتنا ہی جلدی اللہ تعالیٰ ہمیں فتح نصیب کرے گا، کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے گا۔ ☆......☆......☆

امانتوں کی ادائیگی کے متعلق قرآن وحدیث اور سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں پاکیزہ نصائح

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 8/ اگست 2003 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال خطبہ جمعہ کے آغاز میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کون سی آیت تلاوت فرمائی؟

جواب حضور انور نے سورۃ النساء کی آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهۡلِهَا۔ وَاِذَا حَكَمۡتُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ۔ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمۡ بِهٖ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيۡعًۢا بَصِيۡرًا (59)

سوال حضور انور نے اس آیت کریمہ کا کیا ترجمہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔ یقیناً بہت ہی عمدہ ہے جو اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت سننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

سوال علامہ فخر الدین رازیؒ نے اس آیت کی کیا تشریح بیان فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: علامہ فخر الدین رازیؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مومنوں کو تمام امور میں امانتوں کو ادا کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ اُن کے نزدیک انسان کا معاملہ یا تو اپنے رب کے ساتھ ہوتا ہے یا بنی نوع انسان کے ساتھ یا اپنے نفس کے ساتھ اور ان تینوں اقسام میں امانت کے حق کی رعایت رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

سوال اللہ تعالیٰ کے معاملات میں امانت کے امام فخر الدین رازیؒ نے کیا معنے بیان فرمائے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں امانت کی رعایت کرنے کا تعلق ان افعال کے ساتھ ہے جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یا جن کے کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ زبان کی امانت سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی زبان کو کذب بیانی، غیبت، چغل خوری، نافرمانی، بدعت اور فحش کے لئے نہ استعمال کرے۔ اور آنکھ کی امانت یہ ہے کہ انسان آنکھ کو حرام کی طرف دیکھنے میں استعمال نہ کرے اور کانوں کی امانت یہ ہے کہ انسان ان کو بیہودہ کلامی اور ایسی باتوں کے سننے میں استعمال نہ کرے جن سے منع کیا گیا ہے۔

سوال تمام مخلوقات کی امانت کی ادائیگی کے امام فخر الدین رازیؒ نے کیا معنے بیان کیے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: امام رازی لکھتے ہیں کہ جہاں تک تمام مخلوقات کو ان کی امانت ادا کرنے کا تعلق ہے اس میں ماپ تول میں کمی کو ترک کرنا، اور یہ کہ لوگوں میں ان کے عیوب نہ پھیلائے جائیں اور امراء اپنی رعیت کے ساتھ عدل سے فیصلے کریں۔ عوام الناس کے ساتھ علماء کے عدل سے مراد یہ ہے کہ وہ عوام کو باطل تعصّبات پر نہ اُبھاریں بلکہ وہ ایسے اعتقادات اور اعمال کے بارہ میں ان کی ایسی رہنمائی کریں جو ان کی دنیا اور آخرت میں ان کے لئے نفع رساں ہوں۔

سوال نفس کی امانت کی ادائیگی کے امام فخر الدین رازیؒ نے کیا معنے بیان کیے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: امام رازی لکھتے ہیں جہاں تک امانت کا تعلق انسان کے اپنے نفس کے بارہ میں ہے تو وہ یہ ہے کہ انسان اپنے لئے صرف وہی پسند کرے جو زیادہ نفع رساں اور زیادہ مناسب ہو اس کے دین کیلئے اور دنیا کیلئے۔ اور یہ کہ وہ اپنی خواہشات کا تابع ہو کر یا غضبناک

باقی صفحہ نمبر 18 پر ملاحظہ فرمائیں

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان — Weekly **BADAR** Qadian
Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-20 Vol. 69 Thursday 15 - October - 2020 Issue. 42

MANAGER
NAWAB AHMAD
Mobile : +91 94170 20616
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (WEIGHT : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 9 اکتوبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: گزشتہ خطبہ میں حضرت ابوعبیدہ کا ذکر ہو رہا تھا آج بھی اس کا بقیہ حصہ بیان ہوگا۔ 15 ہجری میں شام میں سب سے بڑا معرکہ یرموک کی وادی میں دریائے یرموک کے کنارے ہوا۔ رومی لوگ باہان کی قیادت میں اڑھائی لاکھ کے قریب جنگجو میدان میں لائے جبکہ مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی جن میں ایک ہزار صحابہ رسولؐ تھے اور ان میں ایک سو کے قریب بدری صحابہ تھے۔ رومیوں کے سپہ سالار باہان نے جارج نامی رومی قاصد کو اسلامی لشکر کی طرف بھیجا۔ جب وہ اسلامی لشکر میں پہنچا تو مسلمان مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے مسلمانوں کو خشوع و خضوع کے ساتھ خدا کے سامنے سجدہ ریز ہوتے دیکھا تو بہت متاثر ہوا۔ اس نے حضرت ابوعبیدۃ سے چند سوالات کئے جن میں سے ایک یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ حضرت ابوعبیدۃ نے قرآن کریم کی سورۃ النساء کی آیت 172 پڑھی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہ کہو یقینا مسیح عیسی ابن مریم محض اللہ کا رسول ہے اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف اتارا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے پس اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور تین مت کہو باز آؤ کہ اس میں تمہاری بھلائی ہے یقینا اللہ ہی واحد معبود ہے وہ پاک ہے اس سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور بحیثیت کارساز اللہ بہت کافی ہے۔

پھر اسکے بعد اگلی آیت پڑھی۔ لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ مسیح ہرگز اس امر کو برا نہیں منائے گا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ متصور ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اسے برا منائیں گے۔ جارج نے جب قرآن شریف کی اس تعلیم کو سنا تو پکار اٹھا کہ بیشک مسیح کے یہی اوصاف ہیں اور کہا کہ تمہارا پیغمبر سچا ہے اور مسلمان ہو گیا۔

جنگ کی تیاری شروع ہو گئی۔ حضرت ابوعبیدہ نے لشکر سے ایک پُر جوش خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے بندو خدا کی مدد کے لئے آگے بڑھو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثبات عطا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو صبر کرو کہ صبر ہی کفر سے نجات کا ذریعہ، خدا کو راضی کرنے کا سبب اور عار کو دھونے والا ہے۔ اپنی صفوں کو مت توڑنا لڑائی کی ابتدا تم نہ کرنا نیزوں کو تان لو ڈھالوں کو سنبھال لو اور زبانوں کو خدا کے ذکر سے تر رکھو تا خدا اپنی منشاء کو پورا کرے۔ لشکر کفار سمندر کی لہروں کی طرح آگے بڑھا۔ ابتداء میں رومیوں کا پلڑا بھاری رہا اور انہوں نے مسلمانوں کو دھکیلنا شروع کیا۔ عیسائیوں نے مخفی طور پر یہ پتا کرا لیا تھا کہ مسلمانوں میں صحابی کون کون سے ہیں اور پھر انہوں نے اپنے کچھ تیرانداز ایک ٹیلے پر بٹھا دیئے اور انہیں ہدایت کر دی کہ وہ اپنے تیروں سے خصوصیت کے ساتھ صحابہ کو نشانہ بنائیں۔ وہ جانتے تھے کہ جب بڑے بڑے لوگ مارے گئے تو باقی فوج کے دل خود بخود ٹوٹ جائیں گے اور وہ میدان سے بھاگ جائیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی صحابہ مارے بھی گئے اور کچھ کی آنکھیں بھی ضائع ہو گئیں۔ عکرمہ نے یہ حالت دیکھی تو اپنے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لے کر حضرت ابوعبیدۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ صحابہ بہت بڑی خدمات کر چکے ہیں اب ہم جو بعد میں آئے ہیں ہمیں ثواب حاصل کرنے کا موقع دیا جائے ہم لشکر کے قلب میں یعنی درمیان والے حصہ میں حملہ کریں گے اور عیسائی جرنیلوں کو مار ڈالیں گے۔ حضرت ابوعبیدۃ نے فرمایا کہ یہ بڑے خطرے کی بات ہے اس طرح تو جتنے نوجوان جائیں گے وہ سب مارے جائیں گے۔ عکرمہ نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں۔ آخر حضرت ابوعبیدۃ نے ان کے اصرار پر انہیں اجازت دے دی۔ اس پر انہوں نے لشکر کے مرکزی حصہ پر حملہ کیا اور اسے شکست دے دی لیکن اس لڑائی میں ان میں سے اکثر نوجوان شہید ہو گئے اور مسلمان رومیوں کو ان کی خندقوں کی طرف دھکیلتے ہوئے لے گئے جو اُن رومیوں نے اپنے پیچھے بنائی ہوئی تھیں۔ چونکہ انہوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھا بھی ہوا تھا تا کہ کوئی میدان جنگ سے بھاگ نہ سکے اس لئے وہ پے در پے ان خندقوں میں گرتے گئے۔ ایک گرتا تھا تو دس اور بھی لے کے ساتھ ہی گرتا تھا۔ اسّی ہزار کفار پیچھے ہٹتے ہوئے دریائے یرموک میں ڈوب کر مر گئے۔ ایک لاکھ رومیوں کو مسلمانوں نے میدان جنگ میں قتل کیا۔ مسلمان تین ہزار کے قریب شہید ہوئے۔ یہ تھی جنگ یرموک۔

حضور انور نے فرمایا: شام کے لوگ مختلف مذاہب کے پیرو تھے زبانوں کا اختلاف تھا ان کی نسلیں مختلف تھیں۔ حضرت ابوعبیدۃ بن جراح نے ان میں عدل و مساوات قائم کیا داخلی امن و سکون بحال کیا ہر ایک کو مذہبی آزادی دی۔ حضرت ابوعبیدہ ہی کی کوششوں سے جو عرب لوگ شام میں آباد تھے اور عیسائی مذہب کے پیرو تھے اسلام کی آغوش میں آ گئے۔

حضور انور نے فرمایا: فتح بیت المقدس کا واقعہ بیان کرتا ہوں اس کا بھی تعلق حضرت ابوعبیدہ کے ساتھ ہے۔ حضرت عمرو بن عاص کی قیادت میں اسلامی لشکر فلسطین کی طرف بڑھا انہوں نے جب فلسطین کے شہروں کو فتح کر کے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابوعبیدۃ کا لشکر بھی ان سے آن ملا عیسائیوں نے قلعہ بندی سے تنگ آ کر صلح کی پیشکش کی لیکن شرط یہ رکھی کہ خود حضرت عمرؓ آ کر صلح کا معاہدہ کریں۔ حضرت ابوعبیدۃ نے عیسائیوں کی اس پیشکش کو حضرت عمر تک پہنچایا۔ حضرت عمر حضرت علی کو امیر مقرر فرما کر ربیع الاول 16 ہجری کو مدینہ سے روانہ ہو کر جابیہ مقام پر جو دمشق کے مضافات میں ایک بستی ہے وہاں پہنچے جہاں قائدین نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرا بھائی کہاں ہے۔ لوگوں نے پوچھا یا امیر المؤمنین آپ کی مراد کون ہے۔ آپ نے فرمایا ابوعبیدۃ۔ عرض کیا گیا کہ ابھی آتے ہیں اتنے میں حضرت ابوعبیدۃ اونٹنی پر سوار ہو کر آئے اور سلام عرض کر کے خیریت دریافت کی۔ حضرت عمر نے باقی سب لوگوں کو جانے کے لئے کہا اور خود حضرت ابوعبیدۃ کے ساتھ ان کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ گھر پہنچ کر دیکھا کہ وہاں صرف ایک تلوار ڈھال چٹائی اور ایک پیالے کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا اے ابوعبیدۃ کچھ سامان بھی مہیا کر لیتے۔ حضرت ابوعبیدۃ نے عرض کی یا امیر المؤمنین یہ ہمیں آسائش کی طرف مائل کر دے گا۔

حضور انور نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام تشریف لے گئے اور وہاں طاعون پڑ گئی جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ابوعبیدۃ اور اسلامی لشکر نے آپ کا استقبال کیا تو اس وقت صحابہ نے مشورہ دیا کہ چونکہ اس وقت علاقے میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے اس لئے آپ کو واپس تشریف لے جانا چاہئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت ابوعبیدہ کو جب اس فیصلے کا علم ہوا تو انہوں نے کہا اَتَفِرُّ مِنَ الْقَضَآءِ ؟ کیا آپ قضائے الٰہی سے بھاگ رہے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا اَفِرُّ مِنْ قَضَاءِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی قضا سے اس کی قدر کی طرف بھاگ رہا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فیصلہ ہے اور ایک عام فیصلہ ہے پس میں اس کے فیصلے سے بھاگ نہیں رہا بلکہ اس کے ایک فیصلے سے اس کے دوسرے فیصلے کی طرف جا رہا ہوں۔

ارباز بن ساریہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوعبیدۃ طاعون سے بیمار ہوئے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو طاعون سے مرے وہ شہید ہے۔ جو پیٹ کی بیماری سے مرے وہ شہید ہے۔ جو ڈوب کر مرے وہ شہید ہے اور جو چھت کے گرنے سے دب کر مر جائے وہ شہید ہے۔ جب حضرت ابوعبیدۃ کا آخری وقت آیا تو لوگوں سے فرمایا کہ لوگو میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں اگر قبول کرو گے تو فائدے میں رہو گے۔ نصیحت یہ ہے کہ نماز کو قائم کرنا۔ زکوۃ ادا کرنا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ صدقہ دیتے رہنا۔ حج کرنا۔ عمرہ کرنا۔ ایک دوسرے کو اچھی باتوں کی تاکید کرنا۔ اپنے امراء سے خیر خواہی کرنا، انہیں دھوکہ نہ دینا۔ دیکھو تمہیں عورتیں تمہارے فرائض سے غافل نہ کر دیں۔ اگر آدمی ہزار سال بھی زندہ رہے تب بھی ایک دن اسے اس دنیا سے رخصت ہونا ہے جیسا کہ میں رخصت ہوا چاہتا ہوں۔ اللہ نے بنی آدم کیلئے موت مقدر کر رکھی ہے۔ ہر شخص مرے گا عقلمند وہ ہے جو موت کیلئے تیار رہتا ہے اور اس دن کیلئے تیاری کرتا ہے۔ امیر المؤمنین کو میرا اسلام پہنچا دینا اور عرض کرنا کہ میں نے تمام امانتیں ادا کر دی ہیں پھر حضرت ابوعبیدۃ نے فرمایا کہ مجھے میرے فیصلہ کے مطابق یہیں دفن کر دینا چنانچہ اردن کی زمین میں وادی بیسان میں آپ کی قبر ہے۔ آپ نے 18 ہجری میں 58 سال کی عمر میں وفات پائی۔ جب حضرت ابوعبیدہ کی وفات ہوئی تو حضرت معاذ نے لوگوں سے کہا لوگو آج ہم میں سے وہ شخص جدا ہوا ہے جس سے زیادہ صاف دل بے کینہ لوگوں سے محبت کرنے والا اور ان کا خیر خواہ میں نے نہیں دیکھا۔ دعا کرو کہ اللہ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ ایک دفعہ حضرت عمر نے حضرت ابوعبیدہ کو چار ہزار درہم اور چار سو دینار بھجوائے اور اپنے قاصد سے فرمایا کہ دیکھنا وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں چنانچہ جب وہ قاصد یہ مال لے کر حضرت ابوعبیدۃ کے پاس پہنچا تو حضرت ابوعبیدۃ نے ساری رقم لوگوں میں تقسیم کر دی۔ قاصد نے یہ تمام واقعہ حضرت عمر سے بیان کیا جس پر حضرت عمر نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اسلام میں ابوعبیدۃ جیسے پیدا کئے۔ حضرت عمر نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے کہا کسی چیز کی خواہش کرو۔ کسی نے کہا میری خواہش ہے کہ یہ گھر سونے سے بھر جائے اور میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر دوں۔ ایک شخص نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ یہ مکان ہیرے جواہرات سے بھر جائے اور میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر دوں۔ پھر حضرت عمر نے کہا اور خواہش کرو انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ ہم کیا خواہش کریں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میری یہ خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابوعبیدۃ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل اور سالم مولیٰ ابوحذیفہ اور حضرت حذیفہ بن یمان جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو۔ پس کیا خوش قسمت ہیں یہ لوگ جو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے تھے اور اگلے جہان میں بھی اس کی رضا حاصل کرنے والے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: ان کا ذکر آج ختم ہوا۔ کچھ جنازے پڑھاؤں گا۔ ایک ہمارے شہید ہیں پروفیسر ڈاکٹر نعیم الدین خٹک صاحب ابن فضل دین خٹک صاحب ضلع پشاور۔ 5 اکتوبر کو دوپہر ڈیڑھ بجے مخالفین نے انہیں فائر کر کے شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شہید کی عمر 56 سال تھی۔ پچیس سال سے شعبہ تدریس سے وابستہ تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو بھی صبر عطا فرمائے۔

بعدہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عزیزم اسامہ صادق طالبعلم جامعہ احمدیہ جرمنی اور مکرم سلیم احمد ملک صاحب استاد جامعہ احمدیہ یو.کے کے اوصاف حمیدہ بیان فرمائے۔ حضور انور نے مرحومین کیلئے دعائے مغفرت فرمائی اور فرمایا کہ نمازوں کے بعد مَیں ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad